جلد 27 شمارہ 10 ماہ اکتوبر 2025ء ربیع الثانی 1447ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت

اللہ

محبت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لا حاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح وفلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاری رحؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈار رحؒ
بانی مجلّہ فلاح آدمیت

نگران وسرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: سید محمد عبداللہ بخاری
0301-7705388

معاون مدیر: شہزاد محمود بخاری
0301-7430525

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ
0333-4552212

شفیق احمد، وحید احمد، پیر خان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
خالد محمود بخاری
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فهد محمود ، محمد ریاض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
info@tauheediyah.com :ای میل Ph: 055-3411030
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ✿✿✿ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت — الله — محبت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

اللہ تبارک وتعالیٰ کے قرب ورضا کی خاطر،
تزکیہ نفس، تزکیہ قلب اور ولولہ تازہ کے حصول کے لیے اجتماع
کی فکرانگیز مجالس میں اہتمام کے ساتھ شرکت فرما کر انوار و برکات سے مستفیض ہوں۔

آپکو شرکت کی پرخلوص دعوت ہے

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

کا اصلاحی و تربیتی، روح پرور، عظیم

سالانہ اجتماع

17-18 اکتوبر 2025ء

بروز جمعة المبارک، ہفتہ کو منعقد ہوگا

مرکز تعمیر ملت وحید کالونی، کوٹ شاہاں گوجرانوالہ

0303-0466321, 03246075313, 0300-7374750

پیامِ قرآن

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا۔ (سورۃ النساء ۴: آیت ۳۶)

اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو قرابت داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، اور پڑوسی رشتہ داروں سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے، اور ان لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں احسان کا معاملہ رکھو، یقین جانو اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے پندار میں مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے۔

فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَىٰ خَائِنَةٍ مِّنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔ (سورۃ المائدہ ۵: آیت ۱۳)

پس ان کے عہد توڑنے کے سبب ہم نے ان کو لعنت کیا اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔ بدل ڈالتے ہیں باتوں کو جگہ ان کی سے، اور بھول گئے حصہ اس چیز سے کہ نصیحت کیے گئے تھے یہ جس سے، اور تم ہمیشہ ان کی خیانت کی خبر پاتے رہتے ہو سوائے ان میں سے چند ایک کے۔ سو معاف کر دو ان کو اور درگزر کرو۔ اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

فرمانِ نبویﷺ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریمﷺ سے رات کی نماز کے متعلق معلوم کیاتو آپﷺ نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے پھر جب کوئی صبح ہو جانے سے ڈرے تو ایک رکعت پڑھ لے، وہ اس کی ساری نماز کو طاق بنا دے گی۔

(کتاب الوتر، صحیح بخاری)

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ جب سورج کو گرہن لگاتو میں نبی کریمﷺ کی بیوی حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر آئی۔اچانک لوگ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور عائشہؓ بھی نماز میں شریک تھی میں نے پوچھا کہ لوگوں کو بات کیا پیش آئی؟ اس پر آپ نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے سبحان اللہ کہا۔پھر میں نے پوچھا کیا کوئی نشانی ہے؟ اس کا آپ نے اشارہ سے ہاں میں جواب دیا۔انہوں نے بیان کیا کہ پھر میں بھی کھڑی ہوگئی لیکن مجھے چکر آ گیا اس لئے میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔جب رسول اللہﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ وہ چیزیں جو کہ میں نے پہلے نہیں دیکھی تھیں اب انہیں میں نے اپنی اسی جگہ سے دیکھ لیا ہے۔جنت اور دوزخ تک میں نے دیکھی اور مجھے وحی کے ذریعے بتایا گیا کہ تم قبر میں دجال کے فتنہ کی طرح یا (یہ کہا کہ) دجال کے فتنہ کے قریب ایک فتنہ میں مبتلا ہو گے۔مجھے یاد نہیں کہ اسماءؓ نے کیا کہا تھا۔آپ نے فرمایا کہ تمہیں لایا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ اس شخص (محمدﷺ) کے بارے میں تم کیا جانتے ہو۔مومن یا یہ کہا کہ یقین کرنے والا (مجھے یاد نہیں کہ ان دو باتوں میں سے حضرت اسماءؓ نے کون سی بات کہی تھی) تو کہے گا یہ محمدﷺ ہیں۔آپﷺ نے ہمارے سامنے صحیح راستہ اور اس کے دلائل پیش کیے اور ہم آپﷺ پر ایمان لائے تھے اور آپﷺ کی بات قبول کی اور آپﷺ کا اتباع کیا تھا۔اس پر اس سے کہا جائے گا کہ تو مرد صالح ہے پس آرام سے سوجاؤ ہمیں تو پہلے ہی معلوم تھا کہ تو ایمان ویقین والا ہے۔منافق یا شک کرنے والا (مجھے معلوم نہیں کہ اسماءؓ نے کیا کہا تھا) وہ یہ کہے گا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں میں نے لوگوں سے ایک بات سنی تھی وہی میں نے بھی کہی (آگے مجھ کو کچھ حقیقت معلوم نہیں)

(کتاب الکسوف، صحیح بخاری)

ندائے عارف

(فرمودات شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہٗ)

(ماجد محمود توحیدی)

☆ ایک بھائی سے ذکراذکار کی بات پر فرمایا:

اس میں استقامت کی بڑی شدید ضرورت ہوتی ہے۔استقامت کے بغیر آدھا تیتر آدھا بٹیر بندہ بنے تو مزہ نہیں آتا۔یکسوئی ہو تو پھر کیا ہی بات ہے۔اللہ تعالیٰ جسے یہ رتبہ دے دے تو پھر کیا ہی بات ہے۔

بات جاری تھی کہ بھائی نے کہا کہ باباجی یہ یکسوئی کیسے حاصل ہوتی ہے؟اس پر فرمایا:

یکسوئی بس یاد کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔خواہش سے،شوق سے،اوراس شوق کو عملی جامہ پہنانے سے۔جتنا آپ کو کسی سے ملنے کا شوق ہوگا اور آپ ملنے کی کوشش کریں گے تو اس میں یکسوئی پیدا ہوگی۔طلب جو ہے ناں بچو،یہ طلب سب کچھ دیتی ہے۔اگر ہماری طلب سچی ہے تو وہ سارے کام کروالیتی ہے۔یکسوئی بھی حاصل ہو جاتی ہے،استقامت بھی عطا ہو جاتی ہے۔طلب ضروری ہے۔

بات جاری تھی تو بھائی نے مزید ایک سوال کیا جو واضح نہ سنا جاسکا اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: یہ تو اتنی بڑی بات ہے کہ اس کے لئے مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے۔یہ خوب تسلسل،استقامت اور یکسوئی اول تو اُس کو حاصل کرنے کے لئے چاہئے اُس

کے بعد تو جو ہوگا وہ اللہ میاں اور مدد کرے گا۔اُس کے لئے جو کچھ چاہئے وہ بھی کوئی کم نہیں۔ اصل چیز ہی وہ ہے،وہ حاصل ہوگئی تو پھر تو منزل آسان ہو جاتی ہے۔اس کے لئے خاصی جدو جہد اور تسلسل کی اور یکسوئی کی اور محنت کی ضرورت ہے۔اس میں کہیں رگڑ وت میں پھنس گیا آدمی تو اس سے نکلنا ایک الگ مسئلہ ہوتا ہے بہر حال اللہ تعالیٰ مدد کرے تو سب آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔اس کے لئے میں نے بھی اسی لئے عرض کیا کہ جو طلب ہے اس کو زیادہ تیز کرو۔ طلب آپ کو مجبور کرے گی یکسوئی پر بھی اور شوق پر بھی اور سارا کچھ یہ طلب ہے جو آپ کو مجبور کرے گی اس پر۔طلب میں اضافہ کریں۔

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُوْنَ.

قرآن میں سورۃ یٰسین میں اللہ میاں نے فرمایا ہے ناں کہ جس کی عمر جتنی زیادہ ہوتی ہے وہ واپس اپنے بچپنے کی طرف آتا ہے،آپ کو عقل نہیں ہے؟ دیکھتے نہیں ہو؟ اب اُن میں اور بچوں میں کیا فرق ہے؟ نہ کچھ کھانے کے لئے مانگ سکتے ہیں،نہ کچھ بول سکتے ہیں، نہ حرکت کر سکتے ہیں،تو یہ بچوں کی خصوصیات ہوتی ہیں ناں۔تو اللہ میاں نے ہمیں بتا دیا ہے کہ میں ایسے بھی کر لیتا ہوں کہ سب کچھ جاننے کے بعد،دنیا کے سارے جھمیلے استعمال کر کے، اختیار کر کے،ان میں سے کامیابی سے نکلنے کے بعد اس حد تک پہنچا دیتا ہوں واپس کہ لو جی آجاؤ یہ تمہاری واپسی کا مقام ہے،اس میں آجاؤ پھر ویسے کر لیتا ہوں۔یہ اللہ میاں نے ہمیں یاد کرایا ہے سورۃ یٰسین میں کہ میں ایسے بھی کر سکتا ہوں۔

☆ سلوک کی بات چلی تو فرمایا:

ہماری خامیاں ہیں،کمزوریاں ہیں ہماری۔ہم خود ڈھیلے ہیں۔اللہ میاں تو اندر کا

مالک ہے۔اندر سے جانتا ہے کہ ہمارا کتنا Stamina ہے،ہم کس حد تک آگے جاسکتے ہیں کیونکہ آگے جانا بھی ایسی کوئی مذاق والی بات تو نہیں ہے۔آدمی آگے جانے کے قابل ہوتا ہے تو اللہ میاں آگے بڑھاتا ہے،ویسے نہیں بڑھاتا۔اگر وقت سے پہلے آگے بڑھ گیا تو اُلٹا نقصان ہی ہوتا ہے،فائدہ نہیں ہوتا۔اس سے فائدہ نہیں ہوتا۔اللہ میاں بھی یہ سب جانتا ہے اور بڑی اچھی طرح جانتا ہے۔

جب تک ہم خود اپنے آپ کو اس قابل نہیں بنائیں گے کہ ہم آگے بڑھیں تو ہم ایسے ہی رہیں گے۔جنہیں آگے بڑھنے کا شوق ہے انہیں اپنی رفتار تیز کرنی پڑے گی۔ اس کے بغیر کام نہیں چلے گا۔رفتار تیز کرنی پڑے گی۔

☆ اخلاق کی بات چل رہی تھی تو فرمایا:

جس نے بھی خدمت خلق کے لئے آگے آنا ہے اس میں بڑی صفات ہونی چاہئیں۔

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لیے

یہ چیزیں چاہئیں۔میر کارواں بننا ایسا آسان کام نہیں ہے۔اس کے لئے یہ خصوصیات اقبال نے بتائی ہیں کہ یہ یہ خصوصیات اس میں ہونی چاہئیں۔بات کرے تو جیسے پھول جھڑ رہے ہوں۔جسم میں، جان میں، خیالات میں اتنا سوز ہو کہ خود بخود دل اُس کی طرف کھچا چلا جائے۔جو بھائی ایک دوسرے کی مدد کرنا چاہتے ہیں، دوسرے بھائیوں کی خدمت کرنا چاہتے ہیں ان میں یہ صفت بھی پیدا کرنی چاہئے کہ ان کی بات کا اثر ہو، اور وہ اگلے پر اس کا اثر ڈال سکیں۔

شیطان کو اللہ نے طاقت دی ہے۔اس نے اجازت مانگی تھی کہ میں تیری مخلوق کو تجھ تک پہنچنے سے روکوں تو اللہ میاں نے اسے مہلت دے دی کہ ٹھیک ہے جاؤ، تمہیں مہلت ہے، تم کوشش کرو لیکن اللہ میاں نے دو ٹوک کہہ دیا، ذرا بھی دیر نہیں کی کہ جو لوگ میرے مخلص ہوں گے ان پر تیری کوئی طاقت نہیں چلے گی، وہ میرے ہی ہوں گے، یہ صاف کہہ دیا۔ اس لئے جو اخلاص ہے، مخلص ہونا مخلص بننے کی کوشش کرو۔اقبال نے جو کہا کہ

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم

یہ کتنی زبردست بات ہے۔

یقین محکم ،عمل پیہم ،محبت فا تح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

عالمگیر محبت۔علامہ کہتا ہے کہ یہ تینوں جو ہیں یہ تلواریں ہیں۔یقین محکم، عمل پیہم، اور عالمگیر محبت۔علامہ کہتا ہے کہ ان تینوں چیزوں سے کام لو اور جو کچھ حاصل کرنا ہے وہ حاصل کرو۔یہ بہت پیارا شعر ہے۔

یقین محکم۔جس چیز پر جیسے ہمارے لئے حکم ہے کہ اللہ کی توحید پر کوئی Compromise نہیں تو وہ غیر متزلزل ہو، اس میں کوئی Compromise نہ ہو۔کچھ نہ ہو۔یہ غیر متزلزل فیصلہ ہے کہ اللہ ایک ہے۔

اچھا جو بھی کوئی کام آپ ضروری سمجھیں کہ وہ کرنا ہے تو اس کے کرنے کے لئے یقین کا ایسا ہونا ضروری ہے۔جتنا کسی بھی کام کے کرنے کے لئے آپ کا یقین محکم ہوگا اس میں اتنی کامیابی ہوگی اور وہ کام اتنا ہی خوبصورتی سے ہوگا۔یہ آپ کے اپنے بس کی بات ہے کہ آپ یقین کو کتنا مضبوط کر کے وہ کام شروع کریں۔وہ کوئی بھی کام ہو۔چاہے وہ دنیا کا ہی

کوئی کام کیوں نہ ہو۔ وہ بھی پورے یقین اور استقامت سے شروع کریں تو ان شاء اللہ وہ بھی بڑی خوبصورتی سے انجام پائے گا۔

☆ مادے پر تصرف کی بات چلی تو اس پر آپ نے فرمایا:

باباجیؒ نے اس کے بارے میں ہمیں ایک دفعہ یہ بتایا کہ اگر آپ نے تکیہ ساتھ رکھا ہے اور کہا ہے کہ لڑکی ہے تو یہ لڑکی ہو جائے گی۔ یہ مادے کا تصرف ہے۔

ہمارے بھائی سیالکوٹ والے جو اشرف صاحب تھے جنہیں باباجیؒ نے انسپکٹر بنایا تھا، وہ سارے حلقوں میں گھومتے پھرتے تھے اور حلقے والوں کی رپورٹیں دیتے تھے۔ ان کے ذمے ایک چلہ گزارنا لگا لیا۔ تو وہ تھوڑے سے راہ سے ہٹ گئے تھے۔

کراچی میں میں تھا تو میرے ساتھ کوئی نزدیکی ہوگئی تھی جب لاہور وہ آئے تو میں لاہور میں تھا تو وہ دو تین دن میرے پاس ہی رہا تھا۔ لیکن اس زمانے میں دماغی طور سے وہ ٹھیک نہیں تھا۔ وہ ایک دفعہ باباجیؒ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ باباجیؒ اس زمانے میں بڑے عرصے سے بیمار تھے، بیمار رہتے تھے۔ اس نے باباجیؒ کا حال پوچھا تو باباجیؒ نے کہا کہ میں بڑا بیمار ہوں، برا حال ہے۔ اس نے باباجیؒ سے پوچھا کہ آپ نے مادے پر تصرف کیا تھا؟ باباجیؒ نے کہا: نہیں یار، میں نے تو نہیں کیا۔ مادے پر تصرف تو میں نے نہیں کیا۔ کہتا ہے: یہی وجہ ہے کہ آپ اتنے بیمار ہو رہے ہیں۔ باباجیؒ نے کہا کہ پھر؟ اس کے لئے تو مجھے آپ سے بیعت ہونا پڑے گا؟ اُس نے کہا کہ ہاں جی، یہ تو ہوگا۔ یہ اُن کا جواب تھا: ہاں جی، یہ تو ہوگا۔ باباجیؒ چپ کر گئے۔ کہنے لگے: اچھا یار۔ کچھ کریں گے، مسئلہ ہے۔ بغیر کسی کی اقتداء کئے تو آدمی کوئی چیز حاصل نہیں کر سکتا۔ کہنے لگے: ہاں جی، یہ تو ہوگا۔

جب اشرف رات کو میرے گھر آیا تو اُس کے ذہن میں یہ بات تھی۔ مجھے کہتا ہے کہ اب الٹی گنگا چلے گی۔ یعنی اب پیر کو مرید کا مرید ہونا پڑے گا۔ اب الٹی گنگا چلے گی۔ میں نے کہا: اچھا۔ خیال رکھنا ذرا۔ اُلٹی گنگا سیدھی ہوگئی تو کام خراب ہوگا، پھر بات اور ہوگی۔ بس وہ بیچارہ اگلے دن باباجیؒ کے پاس گیا تو پتا نہیں کیا بات ہوئی کہ باباجیؒ نے کہا کہ ٹھیک ہے جائیں آپ۔ جو کچھ کر رہے ہیں، اپنا کام جاری رکھیں۔

پھر ہم ایک دفعہ میں، آفتاب صاحبؒ اور باباجیؒ ہم صبح صبح نہر کے کنارے کنارے جا رہے تھے، سیر کر رہے تھے۔ آفتاب صاحبؒ باباجی کو سیر کرا رہے تھے۔ یہ بات باباجیؒ نے وہاں چھیڑی۔

باباجی نے کہا کہ آپ کو پتا ہے کہ مادے کا تصرف کیا ہوتا ہے؟ جو مجھے اشرف صاحب تلقین کر رہے تھے؟ ہم نے کہا کہ جی ہمیں تو نہیں پتا۔ خان صاحب نے کہا۔ کہتے ہیں کہ مادے کا تصرف یہ ہے کہ آپ کوئی بھی چیز، کسی بھی چیز کو کچھ بھی بنا دیں۔ اسی طرح کہا کہ مثلاً ایک تکیہ آپ کے پاس ہے، چارپائی پر آپ لیٹے ہوئے ہیں، آپ چاہیں کہ وہ لڑکی بن جائے تو وہ لڑکی بن جائے گی۔ یہی مادے کا تصرف کہلاتا ہے کہ جس چیز کو جو چاہیں آپ بنالیں۔ یہ مادے کا تصرف ہے۔

مادے پر تصرف یہ ہے کہ اُس کی ہیئت پر پورا کنٹرول ہو جائے، یہ وہ چیز ہے۔ باباجیؒ نے یہ بات بتائی تھی۔ مجھے وہ Scene اب بھی یاد ہے کہ نہر کے کنارے گاڑی آہستہ آہستہ جارہی تھی اور باباجیؒ نے یہ بات کی تھی۔

☆ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے روحانی سلوک سے متعلق سوال کیا گیا کہ ان کا روحانی مقام ومرتبہ راہ سلوک میں کہاں تک تھا؟ اس پر آپ نے فرمایا:

تین آدمیوں کے متعلق باباجی نے یہ ایک ہی قسم کی بات کی: ایک قائداعظم، ایک غالب اور ایک اقبال۔ کہ ہم جہاں تک گئے ہم نے تو انہیں اپنے ساتھ ہی پایا۔ یہ باباجیؒ کے الفاظ تھے۔ ان تینوں کے متعلق اُن کی یہی رائے تھی کہ ہم جہاں تک گئے ہم نے انہیں اپنے ساتھ ہی پایا۔

اس بات پر محفل میں کہا گیا کہ قبلہ انصاری صاحبؒ اور علامہ اقبالؒ کے روحانی رنگ میں بڑا فرق ہے۔ اقبال کی روحانی پرواز عشق رسول ﷺ سے منسوب تھی جبکہ انصاری صاحبؒ نے براہ راست اللہ کو ٹارگٹ کیا اور اس طرف گئے اور ایک باقاعدہ سلسلہ کی بنیاد رکھی۔ ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا:

اقبال نے یہ جو کہا کہ

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی

اس شعر پر آپؒ نے ہمارے سامنے کہا کہ اقبال ہوتا تو ہم بتاتے کہ میخانہ کھل گیا ہے ہم آ گئے ہیں، میخانہ کھل گیا ہے۔

علامہ اقبال کے روحانی مقام کی بات جاری تھی۔ اس میں کہا گیا کہ صورواشکال تو ایک حد تک ساتھ رہتی ہیں، اس کے بعد گم ہو جاتی ہیں۔ اگر قبلہ انصاری صاحبؒ نے اقبالؒ کو بھی اپنے ساتھ دیکھا تو اس سے اقبال کے روحانی مقام کا تعین کیسے ہو سکتا ہے؟ اس پر فرمایا:

یہ بھی آپ نے صحیح کہا کہ نظر تو وہ اجسام کا دیکھنا الگ بات ہے اور مقام کا ہونا الگ

ہے۔مقام کی پہچان ہمیں نہیں پتا ہے۔مقام کی پہچان جن سے ہم مرید ہوئے ہیں،ہمیں اُن کے مقام کا پتا نہیں ہے کہ کیا ہے تو ہم کسی اور کے متعلق کیا سوچیں؟ بس اللہ تعالیٰ اُن کو اپنا مقام نصیب کرے،سب کو اور بلند کرے۔اور ہمارے بابا جیؒ کی کیا ہی بات ہے۔اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند سے بلند فرمائے وہ تو عجیب ہی چیز تھے، بلکہ ہیں۔اللہ خیر کرے تو ٹھیک ہے۔خوش قسمت ہم ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے کا موقع دیا۔ **الحمد للہ** اُنہوں نے ہمیں حلقے میں Accept کیا،ہمارے لئے یہی بہت ہے۔جو گئے گزرے لوگ ہوتے ہیں ناں اُن کے لئے اتنا بھی بہت ہے کہ ہم اُن کے نام لیوا تو ہیں،ہم اُن کی تعلیم کو اچھا سمجھتے ہیں اور اُس پر عمل کرنے کی کوشش کررہے ہیں،دوسروں کو بھی بتا رہے ہیں۔دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اُن کے نقش قدم پر چلائے۔ہم بھی کہیں اب اُن کے دامن تک پہنچ پائیں۔دعا بھی کریں،محنت بھی کریں اور کوشش بھی کریں۔اللہ تعالیٰ دینے والا ہے یہ کوئی ایسا نہیں ہے کہ بس ایک آدمی گزر گیا، دوسرا کوئی ہو نہیں سکتا۔ایسا نہیں ہے۔اللہ کا بڑا علم ہے۔اللہ جسے چاہتا ہے، جو چاہتا ہے عنایت فرما دیتا ہے۔اللہ خیر کرے گا۔

☆ رمضان المبارک سے متعلق سوال کیا گیا کہ یہ مہینہ کیسے گزاریں؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

آپ کو اس کے لئے کچھ خاص کرنے کی ضرورت نہیں ہے،آپ پہلے ہی کافی کچھ کررہے ہیں۔آپ جو لوگ ہیں آپ پانچ وقت کے نمازی ہیں اور تہجد پڑھتے ہیں، ذکر کرتے ہیں تو وہ بہت آگے تک عمل کررہے ہیں جتنا کہ رمضان میں کرنا چاہئے۔آپ اس سے بہت کررہے ہیں۔اسے ہی جاری رکھیں۔یہ بھی بہت ہے۔

دیکھو۔آج کل تراویح رات ساڑھے نو،دس بجے ختم ہوں گی۔آپ دو ڈھائی گھنٹے مشکل سے سوئیں گے اور آپ کو تہجد کے لئے اٹھنا پڑے گا۔ابھی تہجد ختم نہیں ہوئی ہو گی آپ سحری کھائیں گے۔سحری کے بعد فجر کی نماز اور پھر کوئی تلاوت قرآن کرتے کرتے چاشت کا وقت ہو جائے گا۔اس کے بعد پھر آپ کیا کریں گے؟

بس یہی ہے کہ آپ جو روزمرہ کرتے ہیں وہ بہت ہے۔ It is more than sufficient. اتنا بہت ہے۔عام آدمی وہ بھی نہیں کر سکتا بچو۔اللہ تعالیٰ آپ کو بس ہمت دے۔یہ ساری باتیں ہمت سے ہوتی ہیں،حوصلے سے ہوتی ہیں۔یہ کوئی بات نہیں کہ میں اگر پانچ منٹ زیادہ لگا لوں گا تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔اللہ خیر کرے،اللہ تعالیٰ بس ہمت دے۔کوشش کرنی چاہئے۔رمضان میں ایک الگ بات ہے۔آپ کا مقصد وہ پورا ہو جائے گا۔رمضان میں اللہ تعالیٰ کسی ایک عمل کا ثواب بھی کئی گنا بڑھا کر دیتا ہے۔آپ جو کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو برکت دے۔آپ کا مقصد اسی میں پورا ہو جائے گا۔ان شاء اللہ۔

☆ سوال کیا گیا کہ بعض انسان ایسے ہیں جن کا جھکاؤ حضور ﷺ کی ذات اقدس کی طرف ہو جاتا ہے اور بعض ایسے ہیں جن کا جھکاؤ اللہ کی طرف ہو جاتا ہے۔یہ انسان کی قدرتی ساخت کی وجہ سے ہے یا اس میں انسان کا اپنا بھی کوئی عمل دخل ہوتا ہے؟ اور کیا اس سے انسان کے روحانی درجات پر کوئی اثر پڑتا ہے؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

یہ ہے ایک Sensitive مگر یہ معاشرتی سی بات ہے۔خود انسان کا جھکاؤ جو ہے اس کے بارے میں یہ ہے کہ معاشرے میں ہم جیسے ماحول میں رہتے ہیں، ہمارا جھکاؤ ویسا ہو جاتا ہے۔جو لوگ ہمارے بریلوی حضرات یا ایسے لوگوں کے ساتھ رہتے ہیں ان کا

جھکاؤ حضور اقدس ﷺ کی طرف زیادہ ہوتا ہے۔ میں نے توحیدیوں میں اکثر کو دیکھا ہے کہ وہ اللہ کی ذات پر Focus کرتے ہیں لیکن وہ بات تو ایک ہی ہے۔ ہم اگر بات کریں تو سوائے اس کے کہ وہ رب کائنات ہے اور اللہ ہے، اور حضور اقدس ﷺ اللہ کی مخلوق ہیں، اور کیا ہم کہہ سکتے ہیں؟ ہم کون ہوتے ہیں یہ بات کرنے والے کہ کس کا درجہ زیادہ ہوگا۔ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ یہ قدرتی بات ہے کہ جس کا رجحان اللہ کی طرف زیادہ ہوگا، اس کا مقام زیادہ ہوگا۔ اور نبی اکرم ﷺ جو ہیں ان کے بارے میں تو غالب نے بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ خود اُن کا مدح خواں ہے، ہم اُن کی مدح خوانی میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔ اُس نے دوٹوک کہہ دیا کہ اللہ خود محمد ﷺ کا مدح خواں ہے، وہ بہت ہے، وہ کر رہا ہے، وہ کر سکتا ہے، ہم نہیں کر سکتے، ہماری یہ ہمت نہیں ہے۔

ہمارے لئے یہی ہے کہ ہم نے اُن کی تعلیم پر چل کر، اُن کے نقش قدم پر چل کے آگے جانا ہے، وہ سہارا ہیں ہمارا، وہ واسطہ ہیں، اُن پر چل کر ہم آگے جاتے ہیں۔ راہنمائی تو اُن کی ہے ناں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مقرر ہی اس لئے کیا ہے کہ وہ ہماری راہنمائی کریں مخلوق کی راہنمائی کریں اور انہیں اُس تک پہنچائیں۔ راہنمائی تو اُن کی ہے ناں۔ بلکہ آپ کی سنت کے بغیر کوئی عمل قابل قبول ہی نہیں ہے۔ جو کچھ آپ کی سنت کے مطابق نہیں ہے وہ قابل قبول نہیں ہے۔ اس میں مزید کوئی کچھ کہے تو خدانخواستہ خواہ مخواہ میں گستاخی ہو جائے گی۔

جب ہم درود پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ

صلی اللہ علیہ یا رسول اللہ

اس میں بھی اللہ تو آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کی وساطت سے ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ پر درود بھیجے۔ یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی آپ ﷺ پر رحمتیں بھیجے۔ اللہ تعالیٰ کا

واسطہ یہاں سے بھی نہیں نکلتا۔وہ کہیں سے بھی نہیں نکلتا،اللہ ساتھ ہی ہے۔

درود شریف ویسے بھی مقبول عبادت ہے اور خود قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ

إِنَّ اللَّـهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا. (سورۃ الاحزاب ۳۳۔آیت ۵۶)

درود شریف کا تو وہاں بھی حکم ہوا ہے تو یہ اصل میں اسے کیسے کہیں Explain کرنا بھی بڑا مشکل لگ رہا ہے۔بس یہ ہے کہ درود شریف اللہ کا حکم سمجھ کے کریں تو یہ قابل قبول عبادت بلکہ مقبول عبادت ہے۔اللہ بھی خوش اور حضور ﷺ کو سلام بھی پہنچ جاتا ہے، درود بھی پہنچ جاتا ہے اور صحیح طریقے سے پہنچ جاتا ہے۔ہم اس قابل نہیں ہیں کہ Direct اپنا درود بھیج سکیں۔ جب درود اللہ کسی پر بھیجتا ہے تو درود اصل میں تو اللہ کی رحمت ہوتی ہے،وہ اپنی رحمتوں کا نزول فرماتا ہے جس کے لئے ہم کہہ رہے ہیں کہ یا اللہ تو رسول ﷺ پر درود بھیج: صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا. تو وہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں آپ ﷺ کی طرف بھیجتا ہے۔تو یہ بہتر طریقے سے ہم آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کو اس کی یاد سے پایا جا سکتا ہے۔اللہ کی یاد کریں جیسے حکم ہے، جیسے ہماری تعلیم ہے۔ہم اپنی تعلیم پر اگر عمل کر پائیں تو پھر اللہ کو پانا آسان ہو جاتا ہے۔جیسے وہ ایک شعر ہے ناں

وہ پردہ نشین پردہ ہر شے میں مکیں ہے
ڈھونڈو تو کہیں بھی نہیں، دیکھو تو یہیں ہے

ایک غزل پڑھی تھی اُس کا یہ شعر ہے۔

(آن لائن محفل مورخہ ۰۳ مارچ ۲۰۲۴ء کی گفتگو سے اقتباسات)

ایمان اور قلب

(محمد صدیق ڈارؒ)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کو بہترین ظاہری اور باطنی صلاحیتوں اور نعمتوں سے نواز کر مادی دنیا کی پستی میں آزمائش کے لئے ڈال دیا۔جیسا کہ سورۃ **وَالتِّیۡنِ** میں ارشاد فرمایا ہے کہ "ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا پھر اس کو پست سے پست حالت میں کر دیا۔مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لئے بے انتہا اجر ہے"۔اس سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ انسان کسی پیدائشی حق کے طور پر اشرف المخلوقات نہیں بن گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ اہلیت عطاء فرمائی ہے کہ اگر وہ ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا اِتباع کرے تو فرشتوں سے بہتر ہوسکتا ہے۔لیکن یہ راہ بڑی کٹھن اور محنت طلب ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی سہولت کی خاطر اپنی رحمت سے ہر قوم کی طرف اپنے رسول بھیجے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان کی دعوت دی تا کہ انسان حقیقت شناس بن کر اپنی حقیقی منزل کی طرف گامزن ہوسکیں۔

جو لوگ اپنے خالق و مالک پر ایمان نہیں لاتے اِن کے بارے میں تو ارشاد ہوتا ہے:۔

☆اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِ عِنۡدَ اللّٰهِ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا فَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ٥

(انفال۔55)

"جانداروں میں سب سے بدتر اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو کافر ہیں سو وہ ایمان نہیں لاتے"۔

ایمان لانے ہی سے انسان کو اپنی ذات کی پہچان اور منزل کا شعور حاصل ہوتا ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کے وجود اور حیاتِ آخرت کا ہی منکر ہو اس کی بدبختی اور گمراہی میں کیا شک وشبہ باقی رہ

سکتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

بَلِ الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِo (سباء۔8)

''بات یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ آفت اور پرلے درجے کی گمراہی میں ہیں''۔

جہاں تک ایمان کا تعلق ہے اگرچہ اس کا اقرار تو زبان سے بھی کرنا ہوتا ہے۔ لیکن اس کی تصدیق قلب سے ہوتی ہے۔ اگر قلب ساتھ نہ دے تو صرف زبان کا اقرار تو منافقانہ کردار ہے۔ ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والے اعمال کی توقع کرنا ہی عبث ہے۔ عملی زندگی میں اس کا ہر قدم اُسے اللہ سے دور کرتا اور جہنم کی گہرائیوں میں اُتارتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ زبانی اقرار میں تو مخلص ہوتے ہیں لیکن کم ہمت اور کم کوش ہوتے ہیں وہ بھی فرائض اور اعمال صالح میں کوتاہی کرتے ہیں اور اعلیٰ مدارج سے محروم رہ جاتے ہیں اور جو لوگ ایمان و عمل میں کامل اور دوسروں سے سبقت لے جانے والے ہوتے ہیں وہ اللہ کے مقربین میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح درجات کے لحاظ سے انسانوں کے تین گروہ بن جاتے ہیں۔

☆فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُo (فاطر۔32)

''تو کچھ ان میں سے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور کچھ میانہ رو ہیں اور کچھ اللہ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والے ہیں۔ یہی بڑا فضل ہے''۔

سورۃ واقعہ کے شروع میں بھی داہنے ہاتھ والے، بائیں ہاتھ والے اور سابقون کے نام سے انسانوں کا تین گروہوں میں بٹ جانے کا ذکر ہے۔ مقربین کے گروہ میں شامل ہونے کیلئے زبانی کلامی ایمان سے کام نہیں بنتا بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ لذت ایمان دلوں کی گہرائیوں میں رچ بس جائے اور آزمائش کی ہر بھٹی سے کندن بن کر نکلے۔ کیونکہ تمام عبادات کا

مقصود مومن میں اعلیٰ اخلاق و کردار پیدا کرنا ہی ہے کیونکہ اسی کا نام بزرگی اور ولایت ہے اور یہ اعلیٰ مقام آزمائشوں سے گزرے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا، اسی لئے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

☆ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ○ وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ ○ (عنکبوت۔1تا2)

''کیا لوگ یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ صرف یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے چھوڑ دیئے جائیں گے اور اُنکی آزمائش نہیں کی جائے گی اور جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں ہم نے اُنکو بھی آزمایا تھا اور ان کو بھی آزمائیں گے۔ سو اللہ اُن کو ضرور معلوم کریگا جو اپنے ایمان میں سچے ہیں اور اُنکو بھی جو جھوٹے ہیں''۔

☆ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَ لَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ (مائدہ۔41)

''اے پیغمبر جو لوگ کفر میں جلدی کرتے ہیں ان لوگوں میں سے جو منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے لیکن ان کے دل مومن نہیں ہیں انکی وجہ سے آپ غمناک نہ ہونا''۔

☆ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ (حجرات۔14)

''دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، آپ کہدیں کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ہنوز تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا''۔

جب تک ایمان دل میں گھر نہ کر لے۔ جب تک دل کی سیاہی دور نہ ہو جائے جب تک دل اللہ تعالیٰ کی محبت کی حرارت سے زندہ نہ ہو جائے تب تک نہ تو ایمان کی حلاوت نصیب ہوتی ہے نہ ہی دل کے قرب کا سفر شروع ہوتا ہے، جب دل کی اصلاح ہو جائے تو جسم انسانی کے تمام

اعضاءو جوارح درست کام کرنے لگتے ہیں ۔دل کی بیداری ہی سے حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کے اصحابہ کی مبارک جماعت خیر الامت قرار پائی اور اس زندگی میں ہی انہیں رضی اللہ عنہم کا اعزاز عطا کیا گیا۔اس عظیم سعادت کی بنیادی وجہ حضور نبی کریم ﷺ کی نظر رحمت اور فیضان صحبت ہے ۔آپ کی نورانی مجالس کے طفیل اللہ تعالیٰ کی محبت دلوں میں اس طرح نفوذ کر جاتی تھی جو کسی دوسرے طریقے یا کثرتِ عبادت سے ممکن نہیں تھی ۔اسی بناء پر یہ عقیدہ متفقہ ہے کہ کوئی غیر صحابی خواہ وہ کتنا ہی بڑا بزرگ کیوں نہ ہو کسی ادنیٰ صحابی کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔صحابہ کرام کے فیض سے تابعین اور انکی صحبت سے تبع تابعین کی جماعت وجود میں آئی ۔رُوحانی توجہ ،قلبی فیض، جذب دروں اور ایمان کی مقناطیسی کشش کے ذریعے دلوں کی اصلاح کا طریقہ ہی اللہ والوں کی پہچان اور تصوف کے سلسلوں کی خصوصیت ہے ۔گلاب کے پھول کی رنگین تصویریں دیکھنے اور اُس کے بارے میں ضخیم کتابیں پڑھنے سے نہ گلاب کی خوشبو کا عرفان حاصل ہوسکتا ہے نہ اس کی محبت دل میں جاگزین ہوسکتی ہے ۔اِس کے لئے حضور محسن انسانیت ﷺ نے راہنمائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ’’نیک آدمی کی صحبت عطار کی دکان کی مانند ہے‘‘ ۔ان کے پاس گلاب کا عطر موجود ہوتا ہے وہ تمہیں بھی عطا کردیں گے ۔اگر نہ مل سکا پھر بھی جتنی دیر وہاں بیٹھو گے خوشبو سے تو لطف اندوز ہو گے۔اللہ تعالیٰ کے عارفوں اور مقربینِ بارگاہ بزرگوں کے وجود کی برکات کے بارے میں حکیم الامتؒ نے کیا خوب فرمایا ہے :۔

دمِ عارف نسیمِ صبح دم ہے
اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

روحوں سے ملاقات

(سلطان بشیر محمود)

روحوں سے ملاقات ایسا موضوع ہے جو سب لوگوں کی نظر میں دلچسپی کا حامل ہے۔ سبھی جاننا چاہتے ہیں کہ کیا ہمارے مردہ رشتہ دار، دوست، واقف کار مرنے کے بعد بھی ہمارے حالات سے واقف ہیں اور ہمارے معاملات میں دلچسپی لیتے ہیں یا نہیں؟ اور کیا وہ ہمیں ملنے آتے ہیں یا ہم انہیں ملنے جا سکتے ہیں؟ کیا روحوں کو بلایا جا سکتا ہے؟ ایسے سوالات کا جواب "ہاں" بھی ہے اور "نہ" بھی۔ مذاہب عالم اور جدید روحانی سائنسی تجربات سے یہ بات تو ثابت ہوتی ہے کہ مرنے کے بعد روح (نفس) زندہ رہتی ہے اور جسمانی قیود سے آزاد ہو کر اس کی استعداد بھی بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ جہاں تک آگے جانے والوں اور پیچھے رہ جانے والوں کا معاملہ ہے شروع شروع میں دونوں کو ایک دوسرے کی بڑی یاد ہوتی ہے۔ مشہور مثل ہے کہ وقت بہت بڑا مرہم ہے۔ ابتداء میں کسی مرنے والے کی یاد لواحقین کو بہت زیادہ ستاتی ہے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ وہ بھولنے لگتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ابتداء میں خوابوں کے ذریعہ ملاقات کے واقعات اکثر ہوتے رہتے ہیں لیکن رفتہ رفتہ یہ سلسلہ کم ہوتا جاتا ہے۔ اگر کوئی عزیز ہوا تنا ہی زیادہ رُلاتی ہے اور مرنے والا بھی ان کے خوابوں میں آ کر ملتا رہتا ہے لیکن کچھ عرصہ بعد جدائی کا غم کم ہونے لگتا ہے حتیٰ کہ سالوں میں ماں بھی اپنے پیارے بچہ کو بہت حد تک بھول جاتی ہے۔

اس ضمن میں شاہ عبدالعزیز ابن شاہ ولی اللہ محدث ومفسر (وفات 1176 ہجری)

اپنے ملفوظات میں نہایت دلچسپ واقعہ لکھتے ہیں ۔(مترجم محمد موسیٰ بھٹو)''ایک مرید نے پوچھا کہ مرنے کے بعد روح کا تعلق جسم سے رہتا ہے یا نہیں؟ اگر چہ جسم خاکستر ہو چکا ہوتا ہے اور یہ کہ تعلق روح مع الجسم ہر آدمی کے لئے ہے یا خاص کر اولیاء کی خصوصیت ہے؟ ارشاد فرمایا کہ "جہاں جسم کا بیشتر حصہ ہوتا ہے وہاں تعلق روح کا ہوتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد کم ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ تیس سال کے بعد روح کا تعلق بہت کم رہ جاتا ہے مگر بعض اولیاء جن کے لئے خدا تعالیٰ کا فیضان معرفت منظور ہوتا ہے کا زیادہ مدت تک یہ تعلق باقی رہتا ہے۔''(صفحہ 134 ملفوظات شاہ عبدالعزیز)

آپ نے مصنف کے والد مرحوم کی ''روح کی خوشبو'' کے واقعات بھی پڑھے ہیں۔ آپ 9 اکتوبر 1981ء کو حج کرنے کے بعد طواف الوداع کے دوران فوت ہوئے۔ مکہ شریف میں آپ کی روح کی خوشبو روزانہ کئی کئی مرتبہ آتی رہی۔ یہی حال پاکستان میں بھی کچھ عرصہ رہا تقریباً تین ماہ تک ان کی روح کی مخصوص خوشبو سے ان کی آمد کا اکثر احساس ہوتا تھا لیکن پھر آہستہ آہستہ یہ سلسلہ کم ہوتا گیا اور ایک سال کے بعد بالکل ختم ہوگیا۔ اسی طرح کچھ اور لوگوں کی روحوں کے واقعات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ موت کے بعد روحیں اپنے عزیزوں سے ملنے آتی ہیں لیکن بعد میں یہ سلسلہ کم ہوجاتا ہے۔ مغربی محققین کے روحوں کے بلانے کے مشاہدات دراصل بھوتوں کے متعلق ہیں۔ اپنی دُنیاوی محبت کے نتیجہ میں وہاں مرنے والوں کی اکثریت بھوت بنتی ہونگیں۔ انہیں بلانا آسان ہے بلکہ ان سے کئی ایک تو خود اپنے اظہار کے لئے بیتاب ہوتی ہیں۔

روحوں سے بات چیت

عارضی موت کے بعد زندہ ہونے والوں کے واقعات سے مردہ لوگوں کی روحوں

کی آپس میں بات چیت ایک ثابت شدہ امر معلوم ہوتی ہے لیکن کیا زندہ لوگ مردہ لوگوں کی ارواح سے بات چیت کر سکتے ہیں؟ اس موضوع پر بھی یورپ اور امریکہ میں سائنسی طور پر پچھلے پچاس سال سے کافی کام ہو رہا ہے جس کی تفصیلات اس کتاب میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔ یہ سب اسلامی حیات بعد الموت کے نظریات کے مطابق ہے بلکہ اگر کہا جائے کہ روحوں پر جدید سائنسی معلومات اور اسلامی نظریات کی تشریح ہیں تو غلط نہ ہوگا۔

احادیث کی اکثر کتابوں میں یہ واقعہ درج ہے کہ جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی، جنگ کے تیسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس گڑھے کی طرف تشریف لے گئے جس میں کفار کی لاشیں ڈالی گئی تھیں۔ ان میں ابوجہل اور عقبہ جیسے بدترین دشمن بھی تھے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک کافر کا نام لے کر پکارتے جاتے کہ فلاں بن فلاں آگاہ ہو کہ رب تعالیٰ نے میرے ساتھ جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا کر دیا تم بتاؤ کہ تمہارے متعلق جو اس کا حکم تھا وہ بھی تم نے سچ پایا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرما رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا مردے بھی سن سکتے ہیں جو آپ ان کی لاشوں سے یوں مخاطب ہیں؟'' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ یہ لوگ تم سے کہیں زیادہ سننے کی اہلیت رکھتے ہیں صرف جواب دینے سے قاصر ہیں۔''
(صحیح البخاری، کتاب الجہاد)

روحوں کا دنیا میں آنا اور عمل دخل

امام غزالیؒ کی تحقیق کے مطابق بھی مردوں کی روحیں دنیا کے حالات سے بخوبی واقف ہوتی ہیں لیکن دنیا سے دلچسپی ان کے اپنے حالات کے مطابق ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ

جو لوگ مرنے کے بعد عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں وہ تو اس بندی خانہ سے نکل نہیں سکتے اور جو جنت کی نعمتوں سے دل افروز ہوتے ہیں وہ خود وہاں سے نکلنا نہیں چاہتے۔ یہی وجہ ہے کہ عالم برزخ سے روحوں کی واپسی کے واقعات بہت ہی کم پیش آتے ہیں اور جو تھوڑے بہت ہوتے ہیں ان میں سے اکثر واقعات وفات کے تھوڑا عرصہ بعد تک کے ہوتے ہیں۔ یا ان روحوں کے ہوں گے جو عالم برزخ میں بھوت بن کر زندگی گزار رہی ہیں۔ جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ روحوں کے بلانے کے اکثر سائنسی واقعات یورپ اور امریکہ ہی میں ہو رہے ہیں۔ شاید اس کی بھی یہی وجہ ہو کہ وہاں دنیاوی ہوس کی زیادتی کی وجہ سے اکثر لوگ مر کر بھوت بن جاتے ہیں، کچھ زمین پر ہی اپنے بسیرے کر لیتے ہیں۔

بہر حال وقت کے ساتھ ساتھ جیسے زندہ لوگ اپنے بچھڑے ساتھیوں کو بھولنے لگتے ہیں ویسے ہی مردہ لوگوں کی روحیں بھی دنیا کے حالات سے دلچسپی کھو بیٹھتی ہیں۔ البتہ اولیاء کرام اور دوسرے نیک لوگوں کی ارواح جن کی حق تعالیٰ نے ڈیوٹی لگا دی ہو ان کا فیض جب تک اللہ تعالیٰ چاہے مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ اوامر کی طرف اترتے ہیں۔ شاید سورۃ القدر میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ:۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۔

"اترتے ہیں اس (لیلۃ القدر) میں فرشتے اور روح اپنے رب کے اذن سے تمام امور کی طرف"۔ (سورۃ القدر، آیت۔4)

جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمت اللہ علیہ کے مطابق تو اس عالم شہادت میں آنے سے پہلے بھی بعض اکابر ارواح سے اللہ تعالیٰ نے وہ کام لیے

ہیں جو عالم شہادت میں آنے کے بعد آدمی کرتا ہے۔ان کے مطابق اولیاءاللہ میں سے بعض ایک ہی وقت میں کئی جگہ اس شکل میں یا بصورت دیگر ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔اپنے متعلق لکھتے ہیں کہ ''فقیر کو لوگوں نے مکہ معظمہ میں دیکھا بعض نے بغداد میں، اور بعض نے روم وغیرہ میں۔حالانکہ فقیر کہیں نہیں گیا''۔اسی طرح حاجتمند لوگ زندہ اور مردہ لوگوں سے مدد طلب کرتے ہیں یا دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں کی صورتوں نے حاضر ہو کر ان کی بلا کو دفع کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہزاروں آدمی ایک ہی وقت میں بشکل مختلف دیکھتے ہیں اور استفادہ کرتے ہیں۔یہ سب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات و لطائف کی مثالی صورتیں ہیں''۔(بحوالہ مکتب مجدد الف ثانی بنام حمد تقی)

مُردوں کی توقعات اور ایصال ثواب

اس ضمن میں یہ بات بھی اہم ہے کہ جیسے خط و کتابت، نیک خواہشات کے اظہار اور تحفہ تحائف کے لینے دینے سے ہم اپنے عزیزوں سے تعلق قائم رکھتے ہیں اگر ہم مردوں کی ارواح کے لئے بھی دعا، ایصال ثواب اور صدقہ وخیرات کریں اور انہیں اچھے الفاظ میں یاد کریں تو ہمارا اور ان کا تعلق بھی قائم رہتا ہے۔اس کا مشاہدہ خوابوں کی صورت میں ہوتا رہتا ہے۔اسلامی روایات یہ بھی بتاتی ہیں کہ عالم برزخ میں روحیں اپنے پیچھے دنیا میں رہ جانے والوں سے توقعات وابستہ رکھتی ہیں۔ان کی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی ان کے نام پر نیکی کرے اور ان کے لئے مغفرت طلب کرے۔ایسی چیزیں مردہ کے لئے زندوں کا تحفہ ہوتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی جاتی ہے کہ مردہ آدمی کی روح انتظار میں رہتی ہے کہ اس کے لواحقین اس کے لئے کیا بھیجتے ہیں مثلاً ان کے نام پر جب ہم نیکی کرتے ہیں تو فرشتے اس نیکی کا اجر اس روح تک لے کر جاتے ہیں۔اسی طرح لوگوں کی

دعائیں فرشتے ایک نورانی طبق میں آراستہ کر کے مردہ روح کے آگے پیش کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ یہ تحفہ فلاں ابن فلاں نے اسے بھیجا ہے۔ وہ اس وقت ایسے ہی خوش ہوتے ہیں جیسے زندہ تحفہ لے کر خوش ہوتے ہیں۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زندہ لوگ مرے ہوؤں کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں اس بات کو بڑی اہمیت حاصل ہے کہ انسان اپنے پیچھے صدقہ جاریہ چھوڑ جائے جس سے مراد ایسے تمام کام ہیں جن کے اچھے اثرات اس کی وفات کے بعد بھی قائم رہتے ہیں اور ان میں بہترین صالح اولاد ہے جو اپنے والدین کے لئے نیکی کرتی ہے۔

سورۃ یٰسین میں اللہ تعالیٰ ایسی چیزوں کو ''آدمی کے آثار'' کا نام دیتا ہے فرمایا ''ہم لکھتے جاتے ہیں جو (اعمال) وہ آگے بھیجتے ہیں اور ان کے آثار (نشان) جو وہ اپنے پیچھے چھوڑ آتے ہیں۔'' (12) 36 ان آثار میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جن کے اچھے برے اثرات دنیا پر آدمی کی وفات کے بعد پڑتے رہتے ہیں۔ مثلاً مریضوں کے لئے ہسپتال بنانا تعلیم کے لئے سکول بنانا، دین اسلام کی تبلیغ کے لئے کوئی کام کر جانا، اللہ تعالیٰ کی خلقت کی فلاح کے لئے کوئی کام کر جانا، یہ سب آدمی کے نیک آثار ہیں جن کا ثواب انسان کو اس وقت تک پہنچتا رہتا ہے جب تک ان کا فیض جاری رہتا ہے لیکن جیسے اوپر کہا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "آدمی کے لئے سب سے بڑا صدقہ جاریہ اس کی نیک اولاد ہے۔" اس لیے کہ وہ جو نیک اعمال کرتے ہیں اس کا ثواب بھی ان کے والدین کو ملتا ہے۔

روحوں سے ملاقات

روحوں سے تعلق کے لئے ضروری ہے کہ ہم ایسے اقدام کریں جن کے ذریعے ان سے ہمارے تعلقات استوار ہو سکیں۔ تعلقات کو استوار کرنے میں سب سے اہم چیز محبت اور

حسن ظن ہے۔ بزرگان دین اور صوفیاء اکرام کا دعویٰ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور اتباع کا تعلق قائم کیا انہیں خواب میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار نصیب ہوتا ہے، بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل میں بھی پہنچتے ہیں۔

یہاں میں اپنے ایک واقعہ کا ذکر بھی کرنا چاہتا ہوں ہوسکتا ہے کہ کوئی اسے میرا وہم سمجھے لیکن یہ بالکل سچ ہے۔ میں جب اپنے والد صاحب مرحوم کی روح کے خوشبو کے واقعات پر کتاب لکھ رہا تھا (اس کتاب کا مسودہ 1982ء میں مکمل ہوا) تو بعض اوقات مجھے ایک خاص طرح کی خوشبو کا احساس ہوتا تھا۔ معلوم ہوتا جیسے کوئی میرے پاس بیٹھا ہوا ہے، کبھی مجھ پر جھک کر دیکھتا ہے کہ میں کیا لکھ رہا ہوں۔ خوشبو کے ہلکے ہلکے مرغولے تو اکثر ہی آتے رہتے تھے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ میرے تحت الشعور میں چھپی ہوئی خوشبو تھی یا مجھے کوئی نفسیاتی عارضہ تھا۔ میں نے ان تمام باتوں پر خوب سوچا ہے اور سوچ بچار کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ خوشبو کے ان احساسات کی وجہ میرے والد مرحوم کی روح تھی یا کوئی اور روحیں، یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسے لمحات اکثر ہی آئے ہیں۔ امریکہ میں لکھی گئی کتاب "Search for the Soul" میں روح کی تلاش میں کئی ایک بڑے سائنسدانوں کے حوالہ سے 1850ء سے 1980ء تک روحوں کے بلانے کے واقعات لکھے گئے ہیں۔ روحوں کو بلانے والوں میں کچھ تو نوبل انعام یافتہ بھی ہیں۔ انہی میں سے ژیل یونیورسٹی کے کیمسٹری کے پروفیسر ڈاکٹر رابرٹ ہیر (Dr.Robert Hare) کا ذکر ہے کہ ستمبر 1854ء کو انہوں نے یونیورسٹی کے آڈیٹوریم میں تین ہزار لوگوں کے سامنے حلفیہ بیان دیا کہ "ان کے پاس روحوں کو ماننے کے بغیر کوئی چارہ نہیں اور وہ خود روحوں کے

حیرت انگیز کارنامے دیکھ چکے ہیں۔'' یہ بیان ان کی کتاب مطبوعہ 1855ء روحوں پر تحقیقات (Experimental Investigation of the Spirit Manifestation) میں دیا گیا ہے۔

روح اور خواب

خواب کی حالت میں روحوں کا ملنا تو ایک بہت ہی عام سی بات ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ میں سے اکثر اپنے عزیزوں کی روحوں سے خواب کی حالت میں مل چکے ہوں گے۔لیکن جس طرح انگریز کرنل رابرٹ ڈیون نے ایسے واقعات کا تجزیہ اپنی کتاب (An Experiment With Time, London U.K, 1933) میں کیا ہے وہ لا جواب ہے۔دراصل حالت نیند میں ہمارے نفوس جسم کو چھوڑ دیتے ہیں اس حالت میں ان کا جسم کے ساتھ ایک ہلکا سا تعلق رہتا ہے جسے محققین نے زندگی کی ڈوری "Life Chord" کا نام دیا ہے۔قرآن کریم بھی نیند میں نفس کے جدا ہونے کی تصدیق کرتا ہے:۔

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ اَجَلٌ مُّسَمًّى ج ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ .

''اللہ تعالیٰ وہ ہے جو تم پر رات کو نیند کی حالت جیسی موت وارد کر دیتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو دن میں، پھر تمہیں وہ اٹھاتا ہے تا کہ مقررہ میعاد پوری ہو، پھر اسی کی طرف لوٹنا ہے، پھر وہ بتادے گا تمہیں جو کچھ تم کرتے تھے"۔ (سورۃ الانعام، آیت۔60)

اس آیتِ مبارکہ میں خصوصی طور پر بتایا گیا ہے کہ نیند مانند موت ہے اور اس

عارضی موت کے بعد آدمی دوبارہ اٹھایا جاتا ہے۔ یہ روزانہ کا مشاہدہ ہے لیکن مستقل موت کے بعد واپسی نہیں ہوگی۔ آیت مبارکہ یہ بھی بتاتی ہے کہ سونے کی حالت میں انسان اپنے گردوپیش کے حالات سے بےخبر ہوجاتا ہے، جب کہ دن کے وقت انسانی نفس دنیاوی کاموں میں ڈوبا رہتا ہے۔ نیند نفس کے لئے دنیا سے آزادی کا موقعہ ہے لیکن زیادہ تر لوگ دنیا کے بکھیڑوں میں اس قدر پھنسے ہوتے ہیں کہ رات کو بھی ان کا نفس انہی پیچ وخم میں پھنسا رہتا ہے اس لیے ایسے نفوس خواب میں جو کچھ دیکھتے ہیں وہ ان کی ذہنی کیفیت کا ہی گرداب ہوتا ہے اور ان کے زیادہ تر خواب ان کی ذہنی پریشانیوں اور انتشار (Confusions) کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں۔ شاذ ونادر ہی ہوتا ہے کہ ایسے انسانوں کا نفس نیند میں جسم کو چھوڑ کر کہیں دور نکل جائے۔

جو لوگ خواب کی تعبیر کا علم جانتے ہیں وہ حاصل شدہ معلومات کا سنجیدگی سے مطالعہ کرتے ہیں اور خوابوں کی اشکال سے پیش آنے والے حقائق کی طرف نشاندہی کرتے ہیں۔ مشرقی ادب تو بےشمار ایسے واقعات سے بھرا پڑا ہے لیکن جو لوگ مغرب سے زیادہ مرعوب ہیں ان کے لئے رابرٹ ڈیون کی کتاب جس کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ نہایت دلچسپی کی حامل ہوگی۔ مصنف اپنے زمانہ کا ایک مانا ہوا دانا تھا۔ اس نے لندن میں ایک سوسائٹی کی بنیاد رکھی جس میں ممبران کا فرض تھا کہ جیسے ہی رات کے کسی پہر ان کی آنکھ کھلے وہ دیکھے گئے خوابوں کو فوری طور پر قلم بند کرلیں۔ اس طرح خواب میں دوسرے خیالات کی ملاوٹ کا امکان بہت کم رہ جاتا ہے اور آدمی بھولتا بھی نہیں ہے۔ اس سوسائٹی نے خوابوں کی حقیقت پر بڑی اہم تحقیقات کیں اور بےشمار تجربات سے ثابت کیا کہ خوابوں کا مستقبل کے واقعات سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ انہوں نے اپنی تحقیقات سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا کہ نیند کی حالت میں

نفس آزاد ہوتا ہے اس لیے وقت کے دھارے پر زمان و مکان کی پابندیوں سے بالاتر وہ مستقبل اور ماضی میں جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ مشق کے ذریعے انسان اپنی اس صلاحیت کو مزید بھی اجاگر کر سکتا ہے حتیٰ کہ متواتر ریاضت سے انسان جاگتے ہوئے بھی اپنے نفس کو جسم سے آزاد کرنے کی قابلیت حاصل کر کے مستقبل کے واقعات کو بہت پہلے دیکھ سکتا ہے۔

یہ تو تھے رابرٹ ڈیون کے مشاہدات اگر آپ تحقیق کریں تو یہ معلوم ہوگا کہ ہمارے مسلم صوفیاء کرامؒ کے تجربات اور مشاہدات ان سے کہیں زیادہ ہیں۔ جہاں تک خوابوں کی سچائی کا تعلق ہے اس پر قرآن کریم خود سب سے بڑی شہادت ہے۔ سورۃ یوسف میں تین خوابوں کا ذکر ہے۔ ان سب واقعات کا تعلق مستقبل سے تھا لیکن خواب میں وقت سے بہت پہلے ان کی طرف اشارہ کر دیا۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک خواب میں دیکھا کہ آپؐ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔ یہ وہ وقت تھا کہ جب مکہ کے کافروں نے مسلمانوں کا وہاں داخلہ تک بند کیا ہوا تھا، لیکن چند ہی سالوں میں حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاتح مکہ کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے اور خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کر کے طواف کیا۔ اسی واقعہ کی طرف یہ آیت کریمہ اشارہ کرتی ہے:۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۗ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۔

اور اللہ تعالیٰ نے سچ کر دکھایا ہے اپنے رسول کا خواب تحقیق تم انشاءاللہ مسجد حرام میں داخل ہو گے نہایت امن کے ساتھ سر منڈاتے ہوئے اور سر کے بال کتراتے ہوئے بغیر

کسی خوف کے۔وہ اللہ تعالیٰ ان امور کو جانتا ہے جن کو تم نہیں جانتے۔پس اس سے پہلے اس نے تمہیں ایک نزدیک کی فتح میسر کی''۔سورۃ الفتح آیت۔27)

حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خوابوں کی تعبیر کا خصوصی علم عطا فرمایا تھا چنانچہ جب ایک لمبے عرصہ کی جدائی کے بعد ان کا خاندان اکٹھا ہوا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام سے فرمایا:۔

وَقَالَ يَٰٓأَبَتِ هَٰذَا تَأۡوِيلُ رُءۡيَٰيَ مِن قَبۡلُ قَدۡ جَعَلَهَا رَبِّي حَقّٗاۖ

''اور کہا! اے باپ یہ تعبیر ہے میرے اس پہلے خواب کی بے شک اس کو میرے رب نے سچ کر دکھایا''۔(سورۃ یوسف، آیت۔100)

خواب میں روحوں سے ملاقات کے کچھ واقعات

اوپر کی بحث کا مطلب یہ ہے کہ اگر خوابوں کا صحیح طور پر تجزیہ کیا جائے تو انسان ان واقعات تک پہنچ سکتا ہے جو ابھی مستقبل کی ملکیت ہوتے ہیں لیکن اس وقت ہمارا موضوع وہ خواب ہیں جن کا تعلق دنیا سے گزر چکی روحوں سے ہے۔آپ میں سے کئی لوگوں نے دیکھا یا سنا ہوگا کہ جب کوئی عزیز رشتہ دار فوت ہو جاتا ہے تو پس ماندگان اسے خواب میں ملتے ہیں۔شروع شروع میں یہ ملنا زیادہ ہوتا ہے لیکن بعد میں کم ہو جاتا ہے۔(یہ بھی ہے کہ بعض لوگ خوابوں میں روحوں کو زیادہ ملنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور بعض کم) لیکن یہ کہاں تک صحیح ہے کہ آدمی روح ہی سے ملتا ہے اور خواب اس کے اپنے ذہن کی بناوٹ نہیں ہوتے؟ اس کا انحصار خواب دیکھنے والے پر ہے۔ان کا ملنا اصل بھی ہو سکتا ہے اور ذہنی حالت کی اپنی شکل بھی۔یہ کہ خواب میں ملنے والی کوئی روح ہی تھی اس کا ثبوت یہ ہے کہ بعض اوقات روحیں

اپنے ملنے والے کو ایسے واقعات بتا جاتی ہیں جو بعد میں سچ ہو جاتے ہیں۔اس طرح کے بہت سے واقعات آپ خود بھی سنتے رہتے ہوں گے۔مندرجہ ذیل میں خواب میں روحوں سے ملاقات کے کچھ واقعات بیان کیے جا رہے ہیں۔

ا۔ یہ واقعہ مورخہ 19 دسمبر 1981ء کے اخبار جنگ میں مشہور مصنف جناب رئیس امروہی کے حوالہ سے شائع ہوا تھا۔اس وقت چونکہ اس واقعہ کے گواہ ابھی بفضل خدا حیات تھے اس لیے اس کی صداقت پر شک کی گنجائش نہیں ہونی چاہیے۔انیس صاحب لکھتے ہیں کہ " ناصرالدین ناصر صاحب نے مرزا غالب مرحوم کی شاعری اور زندگی پر ایک کتاب ''دبستانِ غالب''، لکھی اور اظہار محبت کے طور پر ایک کتاب حضرت مولانا عبدالمعبود سواتی صاحب کو بھی بھیجی۔مصنف مولانا عبدالمعبود سواتی کے معتقد تھے جن کی عمر 1981ء میں 157 سال تھی اور بڑے اعلیٰ پایہ کے بزرگ تھے۔کہا جاتا ہے کہ 1981ء تک وہ ایک سو سے زیادہ مرتبہ حج بیت اللہ کر چکے تھے (ماشاءاللہ)۔آپ مرزا غالب کے ہم عصر بھی تھے اور ظاہر کو دیکھ کر مرزا صاحب کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے۔کتاب دیکھ کر آپ نے برہمی کا اظہار کیا اور غصہ میں مرزا غالب کو شرابی کبابی اور ابن الوقت بھی کہا جس پر ناصر صاحب کو مایوسی ہوئی۔

ناصر صاحب بتاتے ہیں کہ نومبر 1969ء میں مولانا لاہور تشریف لائے، آپ وہاں اپنے میزبان ڈاکٹر راجہ ممتاز کے ہاں ٹھہرتے تھے۔مولانا نے ناصر صاحب کو وہاں بلایا اور کہا کہ میں نے مرزا غالب کے بارے میں اپنے خیالات بدل لیے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ 27 اور 28 اگست کی درمیانی شب میں فجر کی اذان سے چند منٹ بعد عالم خواب میں دیکھا کہ مرزا غالب لباس فاخرہ پہنے چلے آ رہے ہیں، خوش نما داڑھی، بڑی بڑی مونچھیں

بھرا ہوا منہ، کھلا ماتھا، روشن آنکھیں۔ علیک سلیک کے بعد مرزا غالب نے مجھ سے پوچھا کہ" آپ نے پہچانا" میں نے کہا کہ ہاں! آپ مرزا غالب ہیں، مرزا کے منہ سے مشک وعنبر کی خوشبو آرہی تھی۔ دورانِ گفتگو مرزا صاحب نے پوچھا کہ کیا آپ ناصر کو جانتے ہیں؟ میں نے کہا، ناصر مصروالا؟ فرمایا نہیں لاہور میں ایک بچہ ناصر ہے اس کے لئے دعا کریں میں نے کہا کیا دعا کروں، فرمایا کہ بخشش کی۔ مولانا عبدالمعبود کہتے ہیں کہ اس طرح مرزا غالب کے بارے میں ان کی بدگمانی دور ہوگئی۔

ناصرالدین صاحب نے یہ واقعہ اپنی کتاب 'دبستانِ غالب" کے دوسرے ایڈیشن میں بھی لکھا ہے جس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مرزا غالب جن کی وفات کو اس وقت 100 برس سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا تھا ان کی روح تب بھی اپنے یاد کرنے والوں کو نہیں بھولی تھی۔ اس طرح دوسری ارواح بھی دنیا کے لوگوں کے حالات سے واقف رہتی ہیں۔

-2 خوابوں میں روحوں کی ملاقات کا ایک واقعہ مجھے مسٹر ٹی۔ زیڈ فاروقی سابق ممبر مالیات پاکستان اٹامک انرجی کمیشن نے بھی سنایا۔ بتاتے ہیں کہ" ان کے ایک ملنے والے کے بیٹے اپنے والد کی وفات کے بعد کچھ کاغذات کی تلاش میں بڑے پریشان تھے۔ یہ کسی مکان کی رجسٹریاں تھیں جو ان کے والد مرحوم نے زندگی میں کسی جگہ رکھ دی تھیں۔ وفات کے بعد جب ان کی ضرورت پڑی تو جگہ جگہ چھان ماری لیکن کہیں سراغ تک نہ ملا۔ آخر ایک دن اللہ تعالیٰ سے بڑی دعا کی کہ کسی طرح مل جائیں۔ اس رات خواب میں ان کے والد کی روح تشریف لائی اور ان رجسٹریوں کے بارے میں صحیح صحیح معلومات بتا دیں جن کے مطابق اگلی صبح انہیں وہ تمام کاغذات مل گئے۔

-3 روح کے خواب میں آنے کا ایک اور واقعہ میرے اپنے ساتھ بھی پیش آیا۔

یہ دسمبر کی 10 تاریخ کاذکر ہے کہ "رات کا وقت تھا۔ میں سویا ہوا تھا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے میرا لحاف کوئی نیچے کی طرف کھینچ رہا ہے۔ یہ احساس اس قدر شدید تھا کہ میں جاگ گیا اب بھی یہی محسوس کر رہا تھا کہ جیسے کوئی چیز میرے لحاف کو بستر کے نیچے کھینچے چلی جارہی ہے۔ اس وقت مجھے ایک خوف سا لگا اور میں نے آنکھیں کھول دیں اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ عین اس وقت جانی پہچانی خوشبو کا جھونکا آیا جو اس سے پہلے کئی دفعہ اپنے والد صاحب مرحوم کی روح کے سلسلہ میں محسوس کر چکا تھا۔ جب میں نے کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا تو وہاں مجھے یوں محسوس ہوا کہ وہاں کوئی آدمی کھڑا ہے جس نے سفید کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ کمرے میں اندھیرا تھا اور باہر کوئی لائٹ بھی نہیں جل رہی تھی۔ سفید کپڑوں کا اندازہ اس آدمی نما شبیہ کی چمک سے لگ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ یہ سفید جسم کمرے سے باہر جا رہا ہے۔ ہمت کر کے میں اپنے بستر سے اٹھ گیا اور اس سفید لباس والے جسم کے پیچھے چل پڑا۔ اس انسان نما روشنی کو میں نے اچھی طرح دیکھا۔ وہ میرے آگے آگے چل رہی تھی اور پھر وہ میری آنکھوں کے سامنے بند دروازوں سے گزر کر اچانک اوجھل ہو گئی۔

4- ایک اور واقعہ مجھے پروفیسر محمد نوید اظہر صاحب راولپنڈی نے بتایا کہ ''میرے دادا علامہ محمد انور چشتی نظامیؒ (گوجرانوالہ) ایک عقیدت مند کو خواب میں ملے اور فرمایا:" فکر معاش میں پریشان نہ ہونا تم پٹواری بنو گے۔ کچھ عرصہ بعد وہ آدمی پٹواری بن گیا۔ دادا اس وقت بقید حیات تھے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا چونکہ شیطان میری شکل میں نہیں آ سکا۔'' اس حدیث سے

ثابت ہوتا ہے کہ خواب میں جن لوگوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے وہ سچ ہے اور لاکھوں لوگ یہ مبارک خواب دیکھ چکے ہیں۔

ذیل میں ہم ایک نہایت حیرت انگیز مشہور تاریخی واقعہ کا ذکر کریں گے جو سلطان نورالدین زنگی کو پیش آیا۔اس زمانہ میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان صلیبی جنگیں زوروں پر تھیں۔دشمنوں نے ایک سازش بنائی کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک کوان کی قبر سے نکال کراغواء کرلیا جائے۔اس منصوبہ کی تکمیل پر انہوں نے دو عرب یہودیوں کو مامور کیا۔یہ دونوں شخص مسلمان صوفیاء کے بھیس میں مدینہ منورہ آکر آباد ہو گئے اوراپنا دن رات منافقانہ عبادات اور روضہ مبارک کے زائرین کی خدمت میں لگا دیا۔اپنے اس منافقانہ طرز عمل سے تھوڑے ہی عرصہ میں انہوں نے مدینہ کی آبادی میں ایک محترم مقام حاصل کرلیا۔ان دنوں سلطان نورالدینؒ دمشق کے محاذ پر صلیبی طاقتوں کے خلاف جہاد میں مشغول تھے۔تاریخ دان لکھتے ہیں کہ سلطان نے متواتر تین رات ایک ہی خواب دیکھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز آتی ہے کہ!اے نورالدین مجھے یہ دو کتے تنگ کر رہے ہیں اور خواب ہی میں دو آدمیوں کی شکلیں انہیں دکھا دیں۔سلطان تین دن بڑی کشمکش میں رہا۔آخر کار جب اسے یقین ہو گیا کہ یہ آواز واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے اوراس نے آدمیوں کی شکلوں کو بھی اچھی طرح ذہن نشین کرلیا تو پانچ ہزار آدمیوں کا لشکر لے کرانتہائی سرعت سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔پہنچتے ہی اس حاکم مدینہ کو حکم دیا کہ شہر کا محاصرہ کرلیا جائے اور مدینہ منورہ میں رہنے والے تمام آدمیوں کواس کی خدمت میں ایک ایک کر کے حاضر کیا جائے۔حکم کی بجا آوری ہوئی اور شہر میں رہنے والے ہر آدمی کو سلطان کے سامنے سے گزارا گیا لیکن خواب میں دیکھے ہوئے لوگ اسے نظر نہ آئے۔آخر کاراس نے

پوچھا کہ کوئی آدمی باقی تو رہ نہیں گیا۔اس پر لوگوں نے بتایا کہ صرف دو بزرگ ہیں جن کا وقت دن رات عبادت میں گزرتا ہے۔حکم ہوا کہ انہیں بھی حاضر کیا جائے۔جب وہ سامنے آئے تو نورالدین زنگی ؒ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ تو وہی تھے جن کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دکھایا تھا۔تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ ان دونوں نے روضہ مبارک کے قریب ہی ایک مکان لے رکھا تھا جہاں سے وہ ایک سرنگ کھود رہے تھے جو اس وقت روضہ مبارک کے بالکل قریب پہنچ چکی تھی۔انہیں تو جو سزا ملنا تھی ملی لیکن اس احتیاط کے پیش نظر کہ مستقبل میں پھر کوئی ایسا واقعہ پیش نہ آئے سلطان نورالدین زنگیؒ نے روضہ مبارک کے ارد گرد ایک گہری کھائی کھدوائی اور سیسہ پگھلا کر اس میں بھروا دیا جو اب تک قائم ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

مصنف نے 1981ء میں جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار کی حاضری دی تو کچھ دوستوں نے مجھے بھی اس جگہ کی نشاندہی کروائی جہاں سے سرنگ شروع ہوئی تھی جو اس واقعہ کی سنگینی کو ظاہر کرتا ہے کہ 1000 سال بعد بھی لوگ اس کو نہیں بھول سکے۔

صحابہ کرام کی ارواح کا خواب میں واقعہ

1950ء کا وہ واقعہ تو ابھی زیادہ پرانا نہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو صحابہ کرامؓ کی ارواح عراق کے بادشاہ شاہ فیصل اول کو متواتر تین رات خواب میں آ کر بتاتی رہیں کہ ہماری قبروں تک دجلہ کا پانی پہنچ چکا ہے جس سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ چنانچہ حج کے فوراً بعد ان دو جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے اجسام مبارک کو لاکھوں لوگوں کی موجودگی میں نکالا گیا۔واقعی پانی رس کر قبروں میں جا چکا تھا۔اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ صحابہ کرامؓ کے اجسام اسی طرح تازہ تھے جیسے ابھی فوت ہوئے ہوں۔ باقاعدہ جنازہ کے بعد انہیں دوسری جگہ دفن کیا گیا۔

کچھ دوسرے لوگوں کے واقعات

روحوں کے متعلق مجھے ایک واقعہ Pakistan Institute of Nuclear & Technology, Islamabad. کے ڈاکٹر رفیق ہارون مرحوم نے 1981ء میں اپنے ایک عزیز رشتہ دار کا بتایا کہ وہ صاحب میڈیکل ڈاکٹر تھا اور عمر بھر لوگوں کی خدمت کرتا رہا۔ نماز روزہ کا پابند اور انتہائی ہمدرد انسان تھا جب ان کی وفات جنوری 1978ء میں ہوئی تو انہیں گاؤں کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ جولائی اگست میں بہت بارشیں ہوئیں۔ اس کی بیوی نے خواب میں دیکھا کہ وہ اسے کہتے ہیں کہ میری قبر ٹھیک کرو وہاں پانی ہے جس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے"۔ چنانچہ بیوی نے ہمت کر کے گاؤں کے چند آدمیوں کی مدد سے اپنے خاوند کی قبر کھود ڈالی۔ انتہائی حیرت کی بات تھی کہ لاش ابھی تک تر و تازہ تھی اور واقعی قبر کے کچھ حصوں میں پانی تھا۔"

12 دسمبر 1981ء کی بات ہے امریکہ میں ڈاکٹر خالد محمود رندھاوا کا کار حادثہ میں انتقال ہو گیا۔ وہ ایک قابل ڈاکٹر تھے۔ فیصل آباد میں ان کے بوڑھے والدین رہتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی وفات کی خبر ان کی والدہ کو 18 دسمبر کو دی گئی لیکن وفات والی رات یعنی 12 دسمبر کو ان کی والدہ کو ایک حیران کن خواب نظر آیا جس کا مطلب اس وقت کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ انہیں ان کے مرحوم بھائی، مرحوم ساس اور ایک مرحوم صاحب زادے جو 20 سال پہلے ٹرین کے حادثہ میں انتقال کر گئے تھے یہ سب ان کو خواب میں ملتے ہیں، ان کے ساتھ ہی ایک کفن ان کے گھر پہنچتا ہے، وہ کفن کو دیکھ کر بڑی پریشان ہو جاتی ہیں جس پر خواب میں آنے والے ان کے بھائی، ساس اور بیٹا ان کو تسلی دیتے ہیں کہ صبر کر جو منظور خدا ہے وہی ہوتا

ہے غم کی شدت سے ان کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ وہ صبح اپنے شوہر سے اس خواب کا ذکر کرتی ہیں۔ اس وقت تک فیصل آباد میں کسی کو ان کے بیٹے کے حادثہ اور وفات کی کوئی خبر نہیں تھی۔

اسی طرح کا ایک اور حیران کن خواب میری اپنی بہن نرگس کو دکھائی دیا۔ یہ بات 26 دسمبر 1981ء کی ہے۔ ان دنوں وہ گاؤں میں جو لاہور سے تقریباً 60 کلومیٹر پر ہے رہتی تھی۔ اسے خواب میں ہمارے والد مرحوم ملتے ہیں۔ منظر ہمارے لاہور والے گھر کا ہے نرگس سے کہتے ہیں کہ تمہارے بھائیوں نے اچھا نہیں کیا کہ تمہاری ماں کو اکیلا چھوڑ کر وہ راولپنڈی اپنے بھائی کے پاس اسلام آباد دیر کے لئے چلے گئے ہیں۔ اب میں خود کچھ دنوں کے لئے لاہور گھر میں ہی ٹھہروں گا۔ نرگس نے صبح اپنے خاوند عبدالحمید صاحب کو اس خواب کا ذکر کیا۔ اس وقت تو انہوں نے خواب کو خواب وخیال سمجھتے ہوئے کوئی خاص توجہ نہ دی لیکن شام کو جب لاہور سے ایک مہمان گھر آیا تو اس نے بتایا کہ کل آصف اور ادریس اہل خانہ کے ساتھ بشیر صاحب کے پاس اسلام آباد چلے گئے تھے اور ان کی والدہ اکیلی ہیں۔ (یعنی خواب میں دیکھے گئے واقعات کی تصدیق ہوگئی)۔

علامہ سید سلمان ندوی جو مشہور عالم دین اور تاریخ دان تھے اپنی کتاب سیرۃ النبی طبع 1947ء میں خوابوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ تم کسی مبصر سے دریافت کرو اسے اپنی زندگی میں بہت سے خواب یاد ہوں گے جو واقعات مستقبل کی تمثیلی یا صریحی پیش بینی تھے مجھ کو اپنے خواب بہت ہی کم یاد رہتے ہیں لیکن جو جس قدر زیادہ وضاحت کے ساتھ یاد رہے ہیں اس قدر صحیح نکلتے ہیں۔ 15 اپریل 1920ء کے روزنامچہ میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "آج

دوپہر کو سویا تو خواب میں دیکھتا ہوں کہ "ح" کا خط آیا ہے جس میں "س" کا بھی خط ملفوف ہے۔ اٹھنے کے بعد ڈاک آئی ۔ یہ خواب بالکل واقعہ تھا۔ انتہا یہ کہ خطوں کا جو مضمون خواب میں دیکھا تھا وہی قریب قریب بیداری میں بھی پایا۔ حالانکہ مجھ کو "ح" کے خط کا کوئی انتظار نہ تھا اور "س" کے خط کا تو حاشیہ بھی خیال میں نہ تھا۔"

علامہ سید سلمان ندوی انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں خوابوں کے موضوع کے حوالہ سے مزید لکھتے ہیں کہ "پروفیسر ہلپرکت اسریا آثار قدیمہ کا مشہور ماہر ہے اس نے بابلی کتابت کے متعلق اشکال کو جو بیداری میں حل نہ کر سکا تھا خواب میں حل کیا تھا اور وہ بھی اس طرح کے بابل کے ایک پرانے رہنے والے نے خواب میں آ کر اس کی رہنمائی کی۔ یاد رہے کہ بابل کی تہذیب تقریباً چار ہزار سال پہلے تھی۔

یہ صرف چند مثالیں ہیں ورنہ آپ میں سے ہر ایک نے کبھی نہ کبھی سچے خواب دیکھے، سنے یا پڑھے ہوں گے۔ ایسے تمام واقعات سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ بعض اوقات مرحومین کی ارواح لوگوں کو خوابوں میں ضرور ملنے آتی ہیں، اگر ان خوابوں کا صحیح تجزیہ کیا جائے تو بہت سے دنیاوی اور عالم برزخ کے حقائق کا بھی پتا چل سکتا ہے لیکن اکثر ہوتا یوں ہے کہ خوابوں میں بہت سے استعارے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے انہیں سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ بہر حال اس بحث سے ہمارا مقصد صرف اس بات کو واضح کرنا تھا کہ روحوں کا شعوری وجود بعد از موت نہ صرف باقی رہتا ہے بلکہ وہ ہماری زندگیوں سے اچھی طرح باخبر ہوتی ہیں اور خوابوں میں آ کر ملتی بھی ہیں اور بعض اوقات پیغام بھی دیتی ہیں۔

انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عظیم نشان

(ابو محمد مخدوم زادہ)

اللہ رب العزت کی صفتِ مصوّری

پھر اس ''المصور'' جل جلالہ' کی قدرت کا ایک اور نمونہ دیکھئے کہ ہر مصور تصویر بنانے میں دیوار یا پردہ، لکڑی، کینوس، رنگ و روغن، برش یا قلم اور روشنی اور کیمرے کا محتاج ہے کوئی مصور اندھیرے میں تصویر نہیں بنا سکتا یا پانی پر صورت گری اور نقش و نگار نہیں بنا سکتا۔ مگر مصور حقیقی نے تین اندھیریوں میں انسان کی صورت بنائی ہے اور کمال ہے کہ پانی پر بنائی ہے کہ وہاں دیوار ہے نہ پردہ، نہ لکڑی نہ کینوس، نہ رنگ و روغن، نہ برش نہ قلم، نہ روشنی ہے نہ آج کل کے جدید کیمرے۔ (شرح اسماء حسنیٰ، علامہ عبد الصمد الازہری)۔

اسی بات کو سورۃ التغابن میں فرمایا ہے کہ ''**وصوّرکم فاحسن صورکم** '' (اس نے تمہاری صورت بنائی پھر تمہاری صورتوں کو بہتر بنایا) صورت گری درحقیقت خالق کائنات کی مخصوص صفت ہے، اسی لئے اسماء الٰہیہ میں اللہ تعالیٰ کا نام مصور آیا ہے اور غور کرو کہ کائنات میں کتنی اجناس مختلفہ ہیں اور ہر جنس میں کتنی انواعِ مختلفہ، ہر نوع میں اصنافِ مختلفہ اور ہر صنف میں لاکھوں کروڑوں افراد مختلفہ پائے جاتے ہیں، ایک کی صورت دوسرے سے نہیں ملتی۔

ایک نوعِ انسانی میں ملکوں اور خطوں کے اختلاف سے نسلوں اور قوموں کے اختلاف سے شکل و صورت میں کھلے ہوئے امتیازات، پھر ان میں ہر فرد کی شکل و صورت کا دوسرے سب

سے ممتاز ہوتا ایک ایسی حیرت انگیز صنعت وصورت گری ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔آیت مذکورہ میں ایک نعمت صورت گری ہے اس کا ذکر فرمایا،اس کے بعد فرمایا"**فاحسن صورکم**"یعنی شکلِ انسانی کو ہم نے تمام کائنات مخلوقات کی صورتوں سے زیادہ حسین اور بہتر بنایا ہے۔ کوئی انسان اپنی جماعت میں کتنا ہی بدصورت بدشکل سمجھا جاتا ہو مگر باقی تمام حیوانات وغیرہ کے اشکال کے اعتبار سے وہ بھی حسین ہے۔**فتبارک اللہ احسن الخالقین**۔

اورغور کیا جائے تو شاید بنان یعنی انگلیوں کے پوروؤں کی تخصیص میں اس کی طرف بھی اشارہ ہو کہ حق تعالیٰ نے ایک انسان کو دوسرے انسان سے ممتاز کرنے کے لئے اُس کے سارے ہی بدن میں ایسی خصوصیات رکھی ہیں جن سے وہ پہچانا جاتا ہے اور ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے۔خصوصاً انسانی چہرہ جو چند انچ مربع سے زائد نہیں،اس کے اندر قدرتِ حق نے ایسے امتیازات رکھے ہیں کہ اربوں انسانوں میں ایک کا چہرہ بالکل دوسرے کے ساتھ ایسا نہیں ملتا کہ امتیاز باقی نہ رہے۔انسان کی زبان اور حلقوم بالکل ایک ہی طرح ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے ایسی ممتاز ہے کہ بچے بوڑھے عورت مرد کی آواز میں الگ پہچانی جاتی ہیں اور ہر انسان کی آواز الگ الگ پہچانی جاتی ہے۔

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز انسان کے انگوٹھے اور انگلیوں کے پورے ہیں کہ اُن کے اوپر جو نقش و نگار خطوط کے جال کی صورتیں قدرت نے بنائے ہیں وہ بھی ایک انسان کے دوسرے انسان کے ساتھ نہیں ملتے،صرف آدھ انچ کی جگہ میں ایسے امتیازات کہ اربوں انسانوں میں یہ پورے مشترک ہونے کے باوجود ایک کے خطوط دوسرے سے نہیں ملتے اور قدیم وجدید ہر زمانے میں نشان انگوٹھے کو ایک امتیازی چیز قرار دے کر عدالتی فیصلے اُس پر ہوتے ہیں اور فنی تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ بات صرف انگوٹھے ہی میں نہیں بلکہ ہر انگلی کے

پورے کے خطوط بھی اس طرح ممتاز ہوتے ہیں۔(معارف القرآن۔ج ۸ص ۲۶۴)

اعضاءِ انسانی میں ہم رنگی

انسانی جسم کے تمام اعضاء ہم رنگی کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ ہماری روزمرہ کی چھوٹی چھوٹی حرکات وسکنات مثلاً سانس لینا یا مسکرانا انسانی جسم میں مکمل ہم رنگی کا نتیجہ ہے اس کا مقصد زندگی کو برقرار رکھنا ہے۔ یہ ہم رنگی جسم کو خودمختار کی نظام میں خاص طور پر نظر آتی ہے۔ اس لئے کہ چھوٹی سے چھوٹی حرکت کے لئے بھی پنجر کا نظام، پٹھے اور اعصابی نظام پوری طرح باہم مل جل کر کام کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے انسانی جسم کے اندر خفیہ اطلاعات کا ایک نہایت ترقی یافتہ جال بچھا ہوا ہے۔ یہ اطلاعات آنکھوں، کان کے اندرونی حصے کے توازن کے میکانکی عمل، پٹھوں، جوڑوں اور کھال کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔

ہر سیکنڈ کے اندر کئی بلین معلومات کی جانچ پڑتال ہوتی ہے اور نئے فیصلے اس کے مطابق کئے جاتے ہیں۔ اس بارے میں انسان کو خبر ہی نہیں ہوتی۔ وہ تو بس حرکت کرتا، ہنستا، چیختا، دوڑتا، کھاتا اور سوچتا ہے۔

ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے لئے ستر ہ پٹھوں کو بیک وقت مل کر کام کرنا پڑتا ہے۔ ان پٹھوں میں سے ایک بھی اگر شریک نہ ہو یا اس کی شرکت ادھوری ہو تو چہرے کے تاثرات بدل جاتے ہیں۔ چلنے کے قابل ہونے کے لئے پاؤں، ٹانگوں، کولہوں اور پشت کے ۵۴ مختلف پٹھوں کو باہمی تعاون سے کام کرنا ہوتا ہے۔ جب ہاتھ اوپر اٹھایا جاتا ہے تو کندھے کو جھکانا پڑتا ہے۔ بازو کے سامنے اور پیچھے کے پٹھوں کو جنہیں ''تین سروں والے پٹھے'' اور'' دوسروں والے پٹھے'' کہا جاتا ہے کیڑ کر اور پھر ڈھیلا چھوڑ کر اور کہنی اور کلائی کے درمیانی پٹھوں کو مروڑنا ہوتا ہے۔ اس کام کے ہر حصے میں کئی ملین درآور عصبیے جو پٹھوں میں ہوتے ہیں پٹوں سے

متعلق معلومات کوفوری طور پر مرکزی نظامِ اعصاب تک پہنچاتے ہیں۔جواباً یہ مرکزی نظام اعصاب پٹھوں کو بتاتا ہے کہ انہیں اگلے قدم پر کیا کرنا ہے۔

یقیناً کوئی بھی اس سارے عمل سے آگاہ نہیں ہوتا۔وہ تو بس اپنا ہاتھ اوپر اٹھانا چاہتا ہے اور ایسا فوراً کرلیتا ہے۔اسی طرح جسم کو سیدھا رکھنے کے لئے آپ کو اپنی ٹانگ، پاؤں، کمر، پیٹ، چھاتی اور گردن کے پٹھوں میں موجود کئی بلین درآور عصبیوں (Receptors) سے بہت سی معلومات حاصل کرنی ہوتی ہے۔پھر آپ ان کی جانچ پڑتال کرتے ہیں اور ہر سیکنڈ میں اتنے ہی احکامات پٹھوں کو جاری کرنے ہوتے ہیں۔ہمیں بولنے کے لئے کبھی کوئی اضافی کوشش نہیں کرنی پڑتی۔انسان یہ منصوبہ بندی نہیں کرتا کہ صورتی ڈوریاں (Vocal cords) کتنی دور دور ہونی چاہئیں ان میں ارتعاش کتنی کتنی دیر بعد پیدا ہونا چاہئے منہ کے اندر سینکڑوں پٹھوں کو کتنی بار اور ان میں سے کن پٹھوں کو، زبان اور گلے کو کیڑا اور پھر ڈھیلا چھوڑا جانا چاہئے۔نہ ہی وہ یہ حساب لگا سکتا ہے کہ کتنے مکعب سنٹی میٹر ہوا اسے پھیپھڑوں میں پہنچانی ہے اور کتنی سانس کے ذریعے خارج کرنی ہے ہم ایسا چاہیں بھی تو نہیں کرسکتے۔

ہمارے منہ سے ادا ہونے والا ایک لفظ تک بہت سے نظاموں کے اجتماعی کام کا نتیجہ ہوتا ہے، جو نظامِ نفس سے لے کر نظامِ اعصاب تک اور پٹھوں سے ہڈیوں تک پھیلے ہوئے ہیں۔اس لئے انسان کو ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ زندگی اس کے خالق یعنی اللہ کی امانت ہے۔انسان کا اس میں کوئی کمال نہیں جس پر غرور و تکبر یا سرکشی کا مظاہرہ کرسکے۔ انسان کی صحت، خوبصورتی یا توانائی اس کا اپنا کام نہیں ہے۔نہ ہی یہ اسے ہمیشہ کے لئے دی گئی ہے۔اسے ایک روز یقیناً بوڑھا ہو جانا ہے، جب اس کی صحت اور خوبصورتی جاتی رہے گی قرآن حکیم میں اس کا ذکر یوں فرمایا گیا ہے۔

ترجمہ: ''تم لوگوں کو جو کچھ دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس سے بہتر اور باقی تر ہے۔ کیا تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے؟'' (القصص: ٦٠)

ہمارے ہاتھ اللہ جل جلالہ' کی نعمت اور اس کی نشانیاں ہیں

ہمارے ہاتھ جو ہمیں بہت چھوٹے چھوٹے اور عام سے کام کرنے کے قابل بناتے ہیں مثلاً چائے کی پیالی کو ہلانا، اخبار کے صفحات کو الٹنا، لکھنا وغیرہ صناعی کا عجوبہ ہیں۔

ہاتھ کی سب سے نمایاں صفت یہ ہے کہ یہ مختلف قسم کی سرگرمیوں میں بڑی عمدگی سے کام کرتے ہیں حالانکہ ساخت میں یہ کوئی زیادہ بڑا بھی نہیں ہوتا۔ اسے بہت سے پٹھے اور وریدیں عطا کی گئی ہیں مختلف حالات میں مختلف چیزوں کو مضبوطی یا نرمی سے تھامنے کے لئے ہمارے بازو ہمارے ہاتھوں کی مدد کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر انسانی ہاتھ جب مٹھی کی شکل میں نہ ہو تو تھپڑ مار سکتا ہے اور کسی شے پر اس کی ضرب ۴۵ کلوگرام وزنی ہوتی ہے۔ تاہم ہمارا ہاتھ انگوٹھے اور انگشتِ شہادت کے درمیان کاغذ کی شیٹ پکڑ سکتا ہے جو ایک ملی میٹر کا ۱۰/۱ حصہ موٹی ہوتی ہے۔ ظاہراً تو یہ دونوں کام ایک دوسرے سے بالکل مختلف نوعیت کے ہیں، ایک میں حساسیت درکار ہے تو دوسرے میں کافی طاقت۔ ہمیں ایک سیکنڈ کے لئے بھی یہ سوچنا نہیں پڑتا کہ ہمیں کیا کرنا ہے جب کاغذ کی شیٹ کو ہم انگلیوں کے درمیان پکڑتے ہیں یا مکا مارتے ہیں، نہ ہی ہمیں یہ سوچنے کی ضرورت پیش آتی ہے کہ ان دو کاموں کے لئے کیا تیاری کرنی ہے۔

ہاتھوں کی کارکردگی

ہم یہ بھی نہیں کہتے ''اب میں کاغذ اٹھاؤں گا اس کے لئے مجھے ۴۰ کلوگرام طاقت استعمال کرنی ہوگی''۔ ہمیں ان باتوں کو سوچنے کا تردد کرنا ہی نہیں پڑتا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ

انسانی ہاتھ تو ایسے کام بیک وقت کرنے کیلئے ہی بنایا گیا ہے۔ ہاتھ کو اس کے تمام کاموں سمیت بنایا گیا ہے اور بیک وقت اس کی متعلقہ ساختیات بھی اسے دے دی گئی ہیں۔ ہاتھ کی تمام انگلیوں کی مناسب لمبائی اور جگہ ہے اور ان میں ایک تناسب رکھا گیا ہے۔ مثال کے طور پر اس مکے کی قوت زیادہ ہوگی جس میں عام انگوٹھا شامل ہوگا اور جس میں انگوٹھا چھوٹا ہوگا اس کی قوت نسبتاً کم ہوگی۔ اس لئے کہ انگوٹھا دوسری انگلیوں کو ڈھانپتا ہے اور ان کی مدد کرتے ہوئے ان کی قوت میں اضافہ کرتا ہے۔ ہاتھ کی ساخت میں بہت سی چھوٹی چھوٹی جزئیات پائی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر اس میں پٹھوں اور وریدوں کے علاوہ چھوٹے ساختیاتی حصے ہوتے ہیں۔

انگلیوں کے سروں پر موجود ناخن کسی طرح بھی ہاتھ کے غیر اہم معاون حصے نہیں ہوتے۔ جب ہم فرش پر سے ایک سوئی اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں تو ہم اپنی انگلیاں اور ناخن دونوں استعمال کرتے ہیں۔ ہماری انگلیوں کے سروں پر موجود کھردری سطح (ناخنوں سمیت) چھوٹی چھوٹی سی چیزوں کو اٹھانے میں ہماری مدد کرتی ہے۔ انگلیاں جن چیزوں کو تھامتی ہیں اس کے لئے جوزور اور دباؤ ڈالنا پڑتا ہے اس میں باقاعدگی پیدا کرنے کے لئے ناخن ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

ہاتھ کی ایک اور صفت یہ ہے کہ یہ تھکتا نہیں ہے۔ ہاتھ عموماً آنکھ کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر کام کرتا ہے۔ وہ اشارات جو آنکھ تک پہنچ رہے ہوتے ہیں انہیں دماغ کو منتقل کر دیا جاتا ہے اور پھر جو حکم دماغ دیتا ہے ہاتھ اس پر عمل کرتے ہوئے حرکت کرتا ہے۔ یہ بہت مختصر وقت میں مکمل کر لئے جاتے ہیں اور انہیں کرنے کے لئے ہمیں خاص کوشش نہیں کرنی پڑتی۔ مزید یہ کہ جب آپ یہ سوچتے ہیں کہ دو ہاتھ ایک دوسرے کی مکمل ہم آہنگی سے مدد کرتے ہیں

تو ہاتھ کی بناوٹ کا بے نقص ہونا زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔اللہ نے ہاتھ کوانسانوں کے لئے بطور خاص ڈیزائن کیا تھا۔ان تمام پہلوؤں پر غور کیا جائے تو اللہ کی تخلیق صناعی بے نقص اور بے مثال نظر آتی ہے۔

نتیجہ

یہ بہترین میکانکی عمل جو ہمارے جسم میں کام کررہے ہیں ان کا ہمیں علم ہی نہیں ہوتا کہ وہ ہماری بے خبری میں کیا کیا کام سرانجام دے رہے ہیں۔دل کی دھڑکن،جگر کا کام،جلد کی تروتازگی یہ سب کچھ براہ راست ہمارے علم میں نہیں ہیں۔یہی بات ان سینکڑوں اعضاء کے بارے میں کہی جاسکتی ہے جو یہاں مذکور نہیں۔ہم تو اس حقیقت سے بھی آگاہ نہیں ہیں کہ ہمارے گردے خون کو چھانتے ہیں،ہمارا معدہ اس خوراک کو ہضم کرتا ہے جو ہم کھاتے ہیں، ہماری انتڑیوں کی حرکات یا ہمارے پھیپھڑوں کی جامع و بے نقص کارکردگی جو ہمیں سانس لینے میں مدد دیتی ہے سبھی کچھ ہمارے علم وآگہی سے باہر ہے۔

انسان کو اپنے جسم کی قدر و قیمت کا اندازہ صرف اس وقت ہوتا ہے جب وہ بیمار پڑ جاتا ہے اوراس کے اعضاء اپنا کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں تو پھر یہ اس قدر جامع اور بے نقص میکانکی عمل وجود میں کیسے آیا؟ ایک عقل و دانش رکھنے والے انسان کے لئے یہ بات سمجھنا مشکل نہیں ہے وہ یہ محسوس کرسکتا ہے کہ انسانی جسم ''تخلیق'' کیا گیا ہے۔

دماغ کے کرشمے

جدید سائنسی تحقیق کے مطابق ہمارے دماغ میں ایک سیکنڈ کے اندر ایک لاکھ کیمیاوی ردّعمل (Reaction) جنم لیتے ہیں۔ان تعاملات کے لیے بے پناہ توانائی کی ضرورت ہوتی ہے جوایک صحت مند دماغ میں موجود ہوتی ہے۔تحقیق کرنے سے یہ بھی پتا چلا

ہے کہ جب ہم توجہ کے ساتھ کوئی دماغی کام کرتے ہیں تو ہمارا جسم اتنے ہی حرارے خرچ کرتا ہے جتنے وہ سخت ورزش کے دوران استعمال میں لاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان ذہنی کام کرنے کے بعد بھی جسمانی محنت کی طرح تھکن محسوس کرتا ہے۔

دماغ میں چونکہ نسوں کی حدود متعین نہیں لہٰذا انہیں سن کیے بغیر کاٹا، جلایا یا جمایا جا سکتا ہے۔ اسی لیے عصبیات دان لوگوں کو بے ہوش کیے بغیر دماغ کے امراض کا علاج کر لیتے ہیں۔ (یہ واضح رہے کہ سر درد دماغ کے باہر ہوتا ہے)

یہی وجہ ہے کہ سرجن عموماً مریض کی کنپٹی کے حصے (Temporal lobe) کو بجلی کے جھٹکے دے کر اس کی کھوئی ہوئی یادداشت واپس لے آتا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ دماغ کے مخصوص حصوں کو چھو کر جسم کے دوسرے حصوں کو حرکت میں لایا جا سکتا ہے مثلاً جب کنپٹی پر موجود ایک خاص نس پر دباؤ ڈالا جائے تو ہمارے ہاتھ میں جھنجھناہٹ پیدا ہوتی ہے۔

حساس ناک

ہماری ناک کے اندر ایک بلغمی جھلی موجود ہے، یہ انسانی جسم میں وہ پہلی دفاعی چوکی ہے جو ہمیں ان لاکھوں جراثیم سے محفوظ رکھتی ہے جو چوبیس گھنٹے ہمارے جسم پر یلغار کیے رکھتے ہیں۔ جو جراثیم اس بلغمی جھلی کے طاقتور کیمیاوی عناصر سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں وہ معدے میں پہنچ کر وہاں موجود تیزاب کے ذریعے ختم یا خارج ہو جاتے ہیں۔ ہے نہ دلچسپ بات!

جب ایک پھول، تنکا یا کوئی اور چیز ناک کی حساس بلغمی جھلی سے مس کرے تو ردّ عمل میں ایسے کیمیاوی مرکبات پیدا ہوتے ہیں جو ناک میں جھرجھری دوڑا دیتے ہیں اور یوں چھینک وجود میں آتی ہے۔ واضح رہے کہ چھینک سے پیدا ہونے والی ہوا سو میل فی گھنٹے

کی رفتار سے ننھے منے ذرات کا انبار خارج کرتی ہے۔ناک کے درمیانی حصے میں خون کی ایسی نالیاں موجود ہیں جو دو تین گھنٹے بعد اپنی جسامت تبدیل کرتی رہتی ہیں، یوں ناک میں پائے جانے والے راستوں میں کوئی نہ کوئی راستہ دوسروں کی بہ نسبت زیادہ کشادہ رہتا ہے اور ہمیں سانس لینے میں آسانی رہتی ہے۔

زندگی بخش آنکھ

۱۹۷۷ء کی بات ہے، جنوبی افریقہ کے شہر ڈربن میں ڈاکٹر یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ایک بچے کی دائیں آنکھ میں سفید موتیے کے ایک بیج سے پودا پھوٹ پڑا ہے، وہ بیج کھیل کے دوران اس کی آنکھ میں چلا گیا تھا۔(بعد کو ڈاکٹروں نے آپریشن کے ذریعے اس بیج کو باہر نکال دیا اور بچے کی آنکھ بھی صحت مند ہوگئی)اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ انسانی آنکھ میں وہ تمام لوازم یعنی حرارت، آکسیجن، سورج کی روشنی سے بچاؤ اور پانی موجود ہیں جو ایک بیج کی نشو ونما کے لئے ضروری ہیں۔

آنکھوں سے نکلنے والے آنسو بجائے خود ایک عجوبہ ہیں۔ جب ہم اپنی آنکھیں جھپکاتے ہیں تو وہ اپنے اس جراثیم کش سیال سے دھل جاتی ہیں جو آنسو بنانے والے غدود میں بنتا ہے۔

جدید تحقیق سے یہ حیرت انگیز بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ پریشانی کی حالت میں جو آنسو آنکھوں سے نکلیں وہ اُداسی یا افسوس کے عالم میں نکلنے والے آنسوؤں سے مختلف ہوتے ہیں۔پریشانی کے عالم میں جنم لینے والے آنسوؤں میں پرولیکٹن کی مقدار چوبیس فیصد زیادہ ہوتی ہے۔آنسوؤں کی دونوں اقسام میں پرولیکٹن ہوتا ہے۔یہ وہ ہارمون ہے جو دودھ کی افزائش میں بھی کام آتا ہے۔شاید یہی وجہ ہے کہ مردوں کی نسبت خواتین زیادہ روتی ہیں۔

بعض لوگ مگر مچھ کے آنسو والے مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور عموماً اس وقت آنسو بہاتے ہیں جب ان کے منہ سے لعاب خارج ہو رہا ہو۔ یہ مرض اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کسی حادثے کی وجہ سے وہ دو نسیں آپس میں مل جائیں جو تھوک نکلنے والے غدود اور آنسو بہانے والے غدود سے منسلک ہوتی ہیں۔ اس مرض کے شکار مریض کو جب بھوک لگتی ہے تو وہ لعاب اگلنے کے ساتھ ساتھ آنسو بھی بہاتا ہے اور لوگ حیرت کے مارے اسے دیکھنے لگتے ہیں

زندہ اور تابندہ جلد

آپ کو یہ پڑھ کر حیرانی ہوگی کہ انسانی جلد کے صرف ایک مربع انچ کے ٹکڑے پر تقریباً ایک کروڑ نوے لاکھ خلیے پسینہ چھوڑنے والے، چھ سو پچاس غدود، پینسٹھ بال، خون کی انیس فٹ لمبی نالیاں، انیس ہزار حساس خلیے اور دو کروڑ خوردبینی جراثیم موجود ہوتے ہیں۔

انسان کی جلد کے ہر حصے حتیٰ کہ چہرے پر بھی ننھے منے مخصوص ذرات پائے جاتے ہیں۔ انہیں پانی یا کسی اور محلول کے ذریعے صاف نہیں کیا جاسکتا۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ یہی ذرات ہمارے اعضاء کی صفائی اور دھلائی کا کام کرتے ہیں۔ انہیں ایک طاقت ور عدسے کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے۔

انسانی جلد کی خون کی نالیاں بہت نازک ہوتی ہیں، اسی لئے جب ان پر دباؤ ڈالا جائے تو وہ سکڑ جاتی ہیں۔ آپ خود تجربہ کر کے یہ تعجب انگیز منظر دیکھ سکتے ہیں۔ لکڑی کا ایک فٹا لے کر اسکا نوکیلا سرا اپنے بازو پر پھیر دیجے، بازو پر ایک سفید لکیر ابھر آئے گی۔ یہ خون کے اچانک جم جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ (اسی لیے جب جلد کا کوئی حصہ کٹ جائے تو ہاتھ کے دباؤ کے ذریعے خون کے بہاؤ کو کم کیا جاتا ہے) جونہی فٹا ہٹایا جائے چند سیکنڈ بعد خون کی نالیاں دوبارہ خون سے بھر جاتی ہیں اور سفید لکیر لال لکیر میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

انسان کا جسم جلد کے مردہ خلیوں کو مسلسل خارج کرتا اور ان کی جگہ نت نئے خلیے بھرتا رہتا ہے۔ کیا آپ یقین کریں گے کہ اس وقت آپ کے گھر میں جو گرد وغبار اڑ رہا ہے وہ پچھتر فیصد ان ہی مردہ خلیوں پر مشتمل ہے؟

موسم گرما میں ہمارا جسم پسینہ چھوڑ کر اپنے آپ کو سرد رکھتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ہم گرمیوں میں روزانہ پیا جانے والا تقریباً دو چوتھائی پانی پینے کی شکل میں خارج کرتے ہیں۔ نم موسم میں پسینے کا عمل رک جاتا ہے، اسی لیے انسان نمی میں طویل عرصہ رہے تو جلد مر جاتا ہے۔ تحقیق کے مطابق اگر ہوا مکمل طور پر خشک ہو جائے تو انسان ۴۰۰ فارن ہائٹ درجہ حرارت پر صرف ایک گھنٹہ تک زندہ رہے گا۔

معدہ .... ایک فطری مشین

انسان کے معدے میں ایک ایسا تیزاب پایا جاتا ہے جو ہر چیز کو گلانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ تیزاب بلیڈ تک کو پانی بنا سکتا ہے۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ معدہ بدہضمی سے بچنے کے لیے بہت تیزی سے نت نئے طریقے اختیار کرتا ہے۔ مندرجہ بالا حقائق سے ظاہر ہے کہ انسانی جسم ایک غیر معمولی طور پر کام کرنے والی شاندار مشین ہے۔ مثال کے طور پر اگر ہم ایک گھنٹے تک دس میل فی گھنٹے کی رفتار سے مسلسل سائیکل چلائیں تو ہمارا جسم تین سو پچاس حرارے خرچ کرتا ہے۔ یہ توانائی پٹرول کے تین چمچ کے برابر ہے۔

کان .... آواز کا مسکن

انسانی کان میں ہزار ہرٹز یا اس سے زیادہ تعداد (فریکوئنسی) کی آواز (یعنی جو بانسری کی تیز آواز جتنی ہوتی ہے) سے لے کر بیس ہرٹز تک کی آواز (سارنگی کی ہلکی آواز جتنی) سن سکتے ہیں۔ آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ ہم سر اور گردن کی شریانوں میں بہنے والے

خون کی آواز بھی سن سکتے ہیں لیکن سن نہیں پاتے ..ڈاکٹر اب تک اس بھید کی وجہ تلاش نہیں کر سکے۔ جب ہم بولتے ہیں تو بولنے کی آواز ہڈیوں کے ذریعے ہمارے کانوں تک پہنچتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عموماً آواز کی ہیئت میں معمولی سی تبدیلی آجاتی ہے اور اکثر لوگ اپنی ریکارڈ کی ہوئی آوازیں پہچان نہیں پاتے۔ سائنسی تحقیق کے مطابق آواز ایک کان میں دوسرے کان کی بہ نسبت ایک سیکنڈ پہلے پہنچتی ہے،اس فرق کو مدنظر رکھتے ہوئے دماغ وہ جگہ درست طور پر پہچان لیتا ہے جہاں سے آواز آتی ہے۔

سائنس دانوں کا خیال ہے کہ بایاں انسانی کان آوازوں کو بہتر انداز اور متفرق صورتوں میں پہچان لیتا ہے۔مزے کی بات یہ ہے کہ موسیقی کے دلدادہ لوگ دائیں کان سے زیادہ اچھی طرح سنتے ہیں۔اس کی وجہ کیا ہے؟اب تک کوئی معقول وجہ سامنے نہیں آئی۔

انسان کا جسم ایک حیرت انگیز نظام ہے جو بیک وقت مختلف کام کرنے کی قدرت رکھتا ہے یہ عبادت خانہ بھی ہے اور گودام بھی،عطار خانہ بھی ہے اور بجلی گھر بھی!! مطالعہ کا خانہ بھی ہے اور خانہ نکاس بھی!!مختصر یہ کہ انسانی وجود اور اس کی کارگزاریاں قدرت کا محیر العقول کارنامہ ہیں۔ یہ جو کچھ عرض کیا گیا،سائنسدانوں کی تحقیق کی روشنی میں انسان کی جسمانی ساخت کی نقش آرائیاں ہیں۔ رہا انسان کا ذہنی عمل اور اس کے کارنامے تو اسے کماحقہ کون بیان کرسکتا ہے؟بس یہی سمجھ لیجیے۔

انسان جسے کہتے ہیں محشر ہے خیالوں کا!

(انسانی جسم کے یہ عجائبات ماہنامہ اردو ڈائجسٹ اپریل ۲۰۰۳ میں سید عاصم محمود کے مضمون سے ماخوذ ہیں)

اللہ جل جلالہٗ کی مہربانی کو سوچیں

حقیقۃً اللہ کی کبریائی دریاؤں، سمندروں، جنگلوں، پہاڑوں، آسمانوں اور زمینوں کے سینوں اور فضاؤں میں ہے، بلکہ مکان و لامکان، زمان ولا زمان ہر جگہ اور ہر آن ہے۔

غور کیجئے اربوں ٹن وزنی دو عظیم کرّے سورج اور چاند کیسی بلندیوں میں کس اعتدال وتوازن اور انتہائی نظم وضبط کے ساتھ بغیر کسی ستون کے قائم ہیں اور اپنی اپنی جگہ مسلسل یوں حرکت میں ہیں کہ دن بھی بنتا ہے اور راتیں بھی بنتی ہیں اور زمین کا مکمل نظام بھی چل رہا ہے، اللہ اکبر! یہ سب قدرتِ خداوندی کا مظہر ہے تنظیم کائنات کے یہ سب مظاہر، یہ سب مناظر انسان کو قدرتِ خداوندی سے باخبر کرتے ہیں۔

(تفسیر عثمانی۔سورۃ جاثیہ: ۳۷)

اسی اللہ ''المتکبر'' جل جلالہٗ نے اپنے زبردست اندازے سے کواکب اور شمس کے درمیان مختلف مسافتیں اور حرکت کے مختلف مدارج مقرر کئے ہیں کہ ایک کا دوسرے سے تزاحم و تصادم نہ ہو اور ان کے ٹکرانے سے عالم تباہ نہ ہو جائے۔ ہر چھوٹا بڑا سیارہ نہایت مضبوط نظام کے تحت معین وقت پر طلوع وغروب ہوتا ہے۔ جب کوئی سیارہ غروب ہو کر دنیا کو اپنے اس فیض اور تاثیر سے محروم کر دے جو طلوع کے وقت حاصل تھا تو نہ اس ستارے کی اور نہ کسی مخلوق میں قدرت ہے کہ ایک منٹ کے لئے اسے واپس لے آئے یا غروب سے روک دے۔ یہ رب العالمین ہی کی شان ہے کہ کسی وقت بھی کسی قسم کے افاضہ سے عاجز نہیں۔

ترجمہ: ''یہی تکوینی عجائبات اور ''ملکوت السّمٰوات والارض'' ہیں جن کے دیکھنے سے ابراہیم علیہ السلام کی زبان پر ''**لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ** '' اور ''**اِنِّی وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِی**

"(انعام:۷۵)الخ بے ساختہ جاری ہوگیا۔(یٰـــــــــــــس :۳۸تا۴۰)

جب ابراہیم علیہ السلام نے سورج جھلکتا ہوا دیکھا تو فرمایا:

"**ھٰذا ربّی ھٰذا اکبر** "(انعام:۷۹)یہ ہے رب میرا یہ سب سے بڑا ہے"

پھر جب ستاروں اور چاند کی طرح یہ بھی غائب ہوگیا تو سوچا کہ یہ تو سب اللہ تعالی کے مزدور ہیں جو وقت معین پر آتے اور چلے جاتے ہیں،ایک منٹ کی تقدیم وتاخیر پر بھی قادر نہیں ہیں،پھر ان کو خدائی صفات میں شریک کرنا کس قدر گستاخی اور قابل نفرت فعل ہے۔پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

ترجمہ:"اے میری قوم!میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک کرتے ہو،میں نے رُخ کرلیا اپنے چہرے کا اسی کی طرف جس نے بنائے آسمان وزمین سب سے یکسو ہو کر اور میں نہیں ہوں شرک کرنے والا"(انعام:۷۹،۸۰)

یعنی ساری مخلوق سے یکسو ہو کر میں نے صرف خالق جل وعلیٰ کا دروازہ پکڑلیا ہے جس کے قبضہ اقتدار میں سب علویات وسفلیات ہیں۔

یعنی جس کو خدا سمجھا چکا اور"ملکوت السّموات والارض" کی علیٰ وجہ البصیرت سیر کرا چکا کیا اس سے یہ اُمید رکھتے ہو کہ وہ تمہارے جھگڑنے اور بیہودہ جدل کرنے سے بہک جائے گا؟کبھی نہیں!!

علامہ عثمانی فرماتے ہیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کہتی تھی کہ تم جو ہمارے معبودوں کی توہین کرتے ہو ڈرتے رہو کہ کہیں اس کے وبال میں تم "معاذ اللہ" مجنون اور پاگل نہ ہو جاؤ یا اور کسی

مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ۔اس کا جواب دیا کہ میں ان سے کیا ڈروں گا جن کے ہاتھ میں نفع و نقصان اور تکلیف و راحت کچھ بھی نہیں ۔ہاں میرا پروردگار مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو اس سے دنیا میں کون مستثنیٰ ہے،وہی اپنے علم محیط سے جانتا ہے کہ کس شخص کو کن حالات میں رکھنا مناسب ہوگا۔یعنی میں تمہارے معبودوں سے کیوں ڈروں حالانکہ نہ ان کے قبضے میں نفع وضرر ہے اور نہ توحید کو اختیار کرنا کوئی جرم ہے جس سے اندیشہ ہو۔ہاں تم خدا کے باغی اور مجرم بھی ہو اور خدا تعالیٰ مالکِ نفع وضرر بھی ہے۔لہذا تم کو اپنے جرائم کی سزا سے ڈرنا چاہئے۔(تفسیر عثمانی ص۱۸۲۔ازعلامہ شبیر احمد عثمانیؒ)۔

سورۃ حج میں اللہ کی قدرت بتائی گئی کہ رات دن کا الٹ پلٹ کرنا اور گھٹانا بڑھانا اس کے ہاتھ میں ہے،اس کے تصرف سے کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی راتیں بڑی ہوتی ہیں۔پھر اس کے بعد آیت کے اخیر میں فرمایا:

ترجمہ:''اور اللہ ہی تو عالی شان ہے،سب سے بڑا ہے۔''(الحج :۶۲)

یعنی اللہ کے سوا ایسے عظیم الشان انقلابات اور کس سے ہو سکتے ہیں۔واقع میں صحیح اور سچا خدا تو وہی ایک ہے،باقی اس کو چھوڑ کر خدائی کے جو دوسرے پاکھنڈ پھیلائے گئے ہیں سب غلط،جھوٹ اور باطل ہیں۔اسی کو خدا کہنا اور معبود بنانا چاہئے جو سب سے اوپر اور سب سے بڑا ہے اور یہ شان بالاتفاق اسی ایک اللہ کی ہے۔(تفسیر عثمانی سورۃ انعام آیت ۷۹،از علامہ شبیر احمد عثمانیؒ)

انسان ....اللہ کی قدرت کا عظیم نشان

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ جب اپنے علم ازل سے جانتا تھا کہ انسان دنیا میں پیدا ہوگا، اور یہ زمین اسی سے آباد ہوگی اور امتحان کے دور سے لامحالہ یہ گزرے گا تو اس نے انسان کو نسل پھیلانے کا مادہ بخشا اور ایک دوسرے سے نسل چلانے کی قابلیت اس کو عطا کی۔ مذکر، مونث پیدا کر کے محبت و الفت کے رشتہ سے ان کو آپس میں جوڑا، مادہ شہوت ان کو دیا اور اس کو روکنے کی طاقت ان سے چھینی، لامحالہ اسی مادہ کے تحت انہوں نے ایک دوسرے کا ساتھ ڈھونڈا۔

انسان کی قوت فکر یہ کو اس کام پر لگایا کہ مادہ انسانی کو طبعی راہ سے منتقل کر کے قرار گاہ نطفہ اور پیدائش گاہ انسان میں پہنچائے جہاں اس کی تخلیق کا کام عمل میں آئے۔ چنانچہ اسی قوت کے زیر اثر یہ مادہ پشت پدر سے منتقل ہو کر شکم مادر میں آیا اور در پردہ اس نے اپنی جگہ بنالی لیکن اس کی اصلیت ذرہ برابر نہ ملی، حالانکہ یہ مادہ اثر لینے میں بہت ہی تیز ہے، غیر چیز کی ملاوٹ سے فوراً فساد پذیر ہوتا ہے اور اپنی اصلیت کو چھوڑ بیٹھتا ہے۔ اس میں مختلف اجزاء برابر کی مقدار کے ملے ہوئے ہیں، پھر اس مادہ سے مذکر یا مونث کی تخلیق ہوئی، اس نے پہلے جمے ہوئے خون کی شکل، پھر گوشت کے لوتھڑے کی صورت اختیار کی، اس کے بعد یہ ہڈی کی شکل میں آیا اور اس نے گوشت کا لباس پہنا۔ آخر میں یہ گوشت کا سانچہ رگوں اور پٹھوں سے جکڑا گیا، سارے اعضاء ایک ایک کر کے اس میں لگے، سر لگا اس میں کان، آنکھ، ناک، منہ اور دوسرے روزنوں کی تخلیق عمل میں آئی، آنکھ کا کام دیکھنا قرار پایا۔ ملاحظہ کیجئے کہ یہ آنکھ کس انوکھے طریقے سے چیزوں کو دکھاتی ہے اور عقل انسانی کو حیرت میں ڈالتی ہے۔ یہ سات پرتوں سے بنی ہے، ہر پرت کا خاص خاصہ اور مخصوص صفت ہے اگر اس میں سے ایک پرت بھی نہ ہو یا بگڑ جائے تو آنکھ اپنا کام چھوڑ بیٹھے۔ آنکھوں کے

چاروں طرف پلکوں کا کیسا عجیب حصار کھینچا گیا ہے اوران کوکیسی تیز حرکت عطاہوئی ہے۔ تا کہ یہ آنکھ کو ہر موذی چیز مثلاً غبار وغیرہ کو آنکھ میں جانے سے تیزی سے روک دیں۔

آنکھوں کی پلکیں اور ابرو کے فوائد

گویا پلکیں آنکھوں کی حفاظت کے دروازے ہیں کہ بوقت حاجت کھلتے ہیں اور رفع حاجت پر بند ہو جاتے ہیں، پلکوں سے نہ صرف حفاظت منظور تھی بلکہ آنکھ اور چہرے کی خوبصورتی بھی۔اس لئے ان کو نہ ضرورت سے زیادہ درازی ملی کہ جمال میں فرق آئے نہ بدنما کوتا ہی عطاہوئی کہ بدزیبی بھی پیدا ہو اور آنکھ میں ان کے چبھنے کا اندیشہ بھی ساتھ ساتھ ہو۔نیز آنسوؤں میں ایک کھار پیدا کی گئی جو آنکھ میں پڑے ہوئے میل کچیل کو کاٹ کر باہر نکالے۔ذرا غور کیجئے کہ آنکھوں کے ہر دو اطراف یعنی کوئے وسطی حصہ کی نسبت سے قدرے پست رکھے گئے ہیں کہ اگر کوئی چیز آنکھ میں آپڑ بھی جائے تو اطراف کی طرف آسانی سے ڈھل جائے۔

چہرے کی خوبصورتی کو دوبالا کرنے کے لئے آنکھوں کے اوپر ابرو پیدا کی گئیں اور ان سے بھی آنکھوں کے بچاؤ کا کام لیا گیا۔ان کے بالوں کو بھی ضرورت سے زیادہ درازی نہیں ملی کہ بدرونقی پیدا ہو۔البتہ سر اور داڑھی کے بالوں کو درازی اور کوتاہی دونوں کی قابلیت نصیب ہوئی ،لہٰذا ان کو جمال کے پیش نظر دراز اور کوتاہ کرلیا جاتا ہے۔پھر نظر عبرت منہ اور زبان پر بھی ڈالئے اور ان کی حکمتوں کو ذہن نشین کیجئے ،قدرت نے ہونٹوں کو منہ کے لئے پردہ بنایا اور ایک ایسے دروازے کا ان سے کام لیا جو ضرورت ختم ہونے پر بند ہو جاتا ہے۔

چہرے کی ساخت میں حکمتیں

ہونٹوں سے مسوڑھوں اور دانتوں کی حفاظت کا کام بھی لیا گیا اور چہرہ کی خوبصورتی بھی ان سے بڑھائی گئی، اگر ہونٹ نہ ہوتے تو چہرہ بڑا بدہیئت نظر آتا ساتھ ساتھ بولنے میں بھی ہونٹوں کا زبردست ہاتھ ہے دل کی ترجمانی اور صفت گویائی کے لیے زبان کو خصوصیت کیساتھ پیدا کیا گیا جو الفاظ بھی ڈھال ڈھال کر نکالتی ہے اور غذا کھاتے وقت لقموں کو الٹ پلٹ کرتی ہے ان کو داڑھوں کے اندر ڈال کر اچھی طرح پیستی ہے تا کہ ان کا نگلنا آسان ہو جائے۔ پھر قدرت نے بہت سے جدا جدا دانت بنائے ان کو مسلسل ایک ہڈی نہیں کیا، یہ اسی مصلحت سے کہ اگر ان میں سے کچھ از کار رفتہ ہو جائیں تو باقی سے کام لیا جا سکے، دانتوں سے نفع اور کام بھی مقصود ہے اور چہرہ کا حسن و جمال بھی دانتوں کو بدن کی اور ہڈیوں کی طرح نہیں بنایا بلکہ ان کو مخصوص سختی بخشی، کیونکہ ان سے ہر وقت اور سخت کام لینا تھا۔

داڑھوں پر نظر کیجئے کہ ان کو کیسی بڑائی اور چوڑائی ملی ہے کیونکہ ان سے غذا پیسنے کا کام لینا تھا اور ہضم غذا کا پہلا زینہ دانت ہی ہیں۔ آگے کے دانت نوکیلے غذا کاٹنے کے لئے رکھے گئے اور منہ کی خوبصورتی کا سبب بھی بنائے گئے، ان کی جڑوں کو مضبوط اور ان کے سروں کو تیز کیا، ان کو سفید رنگ عطا کیا اور مسوڑھوں کو سرخ رکھا، دانتوں کو کیا برابر برابر جوڑا گویا کہ موتیوں کی ایک لڑی ہے، منہ میں قدرت نے ایک خاص مقدار میں تری ہر وقت پوشیدہ رکھی کہ بوقت ضرورت کام آئے، اگر یہ ہر وقت معرض ظہور میں رہتی تو انسان کے لئے بڑی تشویش کن ہوتی۔

یہ اسی مقصد کے تحت رکھی گئی تھی کہ اس سے چبایا ہوا کھانا نرم ہو کر بغیر کسی دکھ اور الم کے حلق کے نیچے اتر جائے۔ادھر کھانے کا کام ختم ہوا ادھر یہ پھر روپوش ہوئی بس پھر اس قدر تری رہ جاتی ہے جس سے حلق کا کوا اور حلق تر رہیں کہ گویائی میں آسانی ملے کیونکہ منہ کی بالکل خشکی بھی تو مہلک ہے۔

کھانا کھانے والے کو کھانے میں لذت عطا ہوئی اور زبان کو چکھنے کا مادہ ملا تا کہ اس مادہ کے ذریعے زبان پتہ لگالے کہ کونسی چیز اس کے ذوق کے موافق ہے اور کون سی چیز ذوق کے خلاف ہے۔صرف اس غرض سے کہ اگر کھانے کی حاجت ہو تو موافق اشیاء کھا پی کر چٹخارہ حاصل کیا جائے اور مخالف ذوق سے بچا جائے۔نیز زبان سے اشیاء کی گرمی اور سردی کا بھی پتہ چلتا ہے اور مقدار کا بھی علم ہوتا ہے۔

کانوں کی حکمت

کانوں کی حکمت پر غور کیجئے ،ان کو بھی ایک خاص مقدار میں رطوبت ملی ہے کہ اگر کوئی کیڑا مکوڑا اس میں گھس پڑے تو اس کو یہ رطوبت ہلاک کر دے۔پھر کان کی ساخت ایک سیپی نما ہے،اس مقصد کے ماتحت کہ آواز پہلے اس کے حلقہ میں جمع ہو اور پھر یہاں سے نکل کر کان کے پردے پر ٹکرائے اور اس پردہ میں بے پناہ احساس کا مادہ رکھا کہ اگر چھوٹے سے چھوٹا کیڑا بھی پاس آ کر بھنبھنائے تو وہ پتہ لگا لے۔پھر دیکھئے کان کو کیا موڑ اور خم ملے ہیں اور پردہ تک کیسے پیچ ہیں تا کہ کان میں گھسنے والی شے کی راہ لمبی ہو جائے اور پردہ تک پہنچنے میں اسکو کئی رخ میں حرکت کرنی پڑے اور اس درمیان میں انسان غفلت سے بیدار ہو کر کان کی حفاظت کر لے۔

سونگھنے کی طاقت

نیز سونگھنے کی طاقت بھی کچھ کم حیران کن نہیں، بس اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ ناک میں ہوا داخل ہونے سے اچھی بری بو کا کیسے احساس ہوتا ہے۔ دیکھئے قدرت نے چہرہ کے بیچ میں ناک کو کیسا بلند پیدا فرمایا، اچھی شکل اس کو دی اور اس میں دو سوراخ نتھنے لگا دیئے اور مادہ احساس ان کو بخشا کہ ہوا سونگھ سونگھ کر یہ کھانے پینے کی چیزوں کی اچھی بری بوؤں کا پتہ لگائیں، اچھی بو سے لطف لیں بری سے بچیں۔ نیز ہوا سونگھ کر زندہ رکھنے والی روح دل تک پہنچائیں اور اس طرح اس کی اندرونی حرارت مٹا کر اس کو تسلی بخشیں، ساتھ ساتھ نرخرہ اور حلق کو دیکھئے کہ وہ آوازوں کے نکلنے کے لئے بنایا گیا اور قدرت نے زبان کو منہ میں گھمایا تاکہ وہ آوازوں کو مختلف مقامات میں حرکت دے کر ان کو جدا جدا حروف کی شکل میں لے آئے اور بولنے کی مدت کچھ بڑھ جائے۔

پھر نرخرہ کو تنگی وفراخی، چکنا ہٹ اور کھردرے پن میں سختی ونرمی درازی اور کوتاہی پن مختلف اشکال میں پیدا کیا اور اس اختلاف سے آوازیں آپس میں مختلف اور جدا جدا ہو گئیں اور ایک آواز دوسرے سے نہ مل سکی، جس طرح ایک شکل دوسری شکل سے ملتی نہیں اور ہر شکل میں نمایاں فرق نظر آتا ہے۔

آواز پہچان کا ذریعہ بن گئی

یہی وجہ ہے آواز سننے والے بہت سوں کو محض آواز ہی سے پہچان لیتا ہے بالکل جس طرح ہر شخص اپنی شکل وشباہت سے شناخت میں آجاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو پیدا فرمایا اور پھر حضرت حوا علیہا السلام کو تو ان کی صورتوں میں فرق وتمیز

رکھااوران سے جب نسل چلی تو وہ اپنے باپ اور ماں سے بھی مختلف الشکل ہوئے اور آپس میں ایک دوسرے سے بھی۔ یہ صرف اس مقصد سے کہ ہر شخص صاف شناخت میں آ سکے۔

اب آیئے ہاتھوں کی ساخت کو دیکھئے کہ قدرت نے ان کو مقصد حاصل کرنے اور نقصان دور کرنے کی کیسی قابلیت عطا کی ہے، ہتھیلی کو چوڑا بنایا اور اس میں جدا جدا پانچ انگلیاں لگائیں جو کئی پوروں پر تقسیم ہیں۔ چار انگلیوں کو ایک رخ میں رکھا اور انگوٹھے کو ایک رخ میں اور اس کو تمام انگلیوں پر گھومنے کی صلاحیت بخشی، اگر اگلی پچھلی ساری مخلوقات مل کر سوچ بچار کرے اور انگوٹھے اور انگلیوں کی ساخت موجودہ ساخت سے جدا گھڑنے کی کوشش کرے اور انگلیوں کی درازی اور ترتیب کو بھی نئی شکل دینے لگے تو وہ اپنی اس کوشش میں قطعاً عاجز وقاصر رہے۔

موجودہ ساخت سے ہاتھ آسانی سے چیز پکڑتے اور اس کو لیتے دیتے ہیں، اگر ہاتھ کو بالکل پھیلا دیں تو وہ پھیلی ہوئی چیز ہے جس پر آپ جو چاہیں رکھیں، اگر بند کر کے مکا بنالیں تو وہ مارنے کا ہتھیار ہے، اگر کچھ بند کر لیں اور کچھ کھلا ہوا رکھیں تو وہ ایک چلو ہے، اگر ہتھیلی کو تو کھول لیں لیکن انگلیوں کو ملالیں اور موڑ لیں تو وہ ایک بیلچہ اور پھاوڑہ کی شکل ہے، پھر انگلیوں کے سروں پر ناخن لگائے کہ انگلیاں خوبصورت نظر آئیں اور انگلیوں کا اوپر کی جانب سے بچاؤ بھی ہو سکے اور ایک گونہ ان میں مضبوطی آ جائے۔ نیز اس مقصد سے بھی کہ ناخن ہی کے ذریعہ انگلیاں چھوٹی سے چھوٹی چیز زمین پر سے چن لیں اور اگر بدن میں کہیں کھجلی چلے تو وہ کھجلا بھی لیں۔

ذرا غور کیجئے کہ بدن کی حقیر سی چیز ناخن اگر انگلی میں لگا نہ ہو اور خارش محسوس ہو تو انسان مخلوقات میں کمزور اور عاجز ترین ثابت ہو کہ نقصان کی چیز خود سے دور نہ کر سکے اور نفع کی چیز حاصل نہ کر سکے اور ناخن کے علاوہ کوئی دوسری چیز کھجانے میں ایسا کام انجام نہیں دے سکتی کیونکہ ناخن کی تو تخلیق ہی اس کام کے لئے اور اس کے دیگر خصوصی کاموں کے لئے ہوتی ہے، پھر اس کا قائم مقام کون بن سکے، نہ بدن کی ہڈی کی طرح یہ سخت ہے نہ کھال کی مانند نرم۔ دراز اور لمبا ہوتا ہے تو اس کو کاٹ کر چھوٹا کرلیا جاتا ہے، ملاحظہ کیجئے سوتے یا جاگتے میں انسان جب بھی کھجلی محسوس کرتا ہے تو ناخن کس قدر تیزی اور آسانی سے کھجلی کی جگہ کھجالیتا ہے، اگر کسی اور چیز سے کھجانے کا کام لیں تو بڑی دقت کا سامنا ہو، خاص مقدار میں بھی چیز لی جائے اور اس کو بتکلف کھجلی کے مقام تک پہنچایا جائے تب کہیں جا کر مطلب حل ہو۔

رانیں اور پنڈلیاں

دیکھئے رانیں اور پنڈلیاں لمبی کی گئیں اور قدموں کو چوڑا پیدا کیا گیا تاکہ انسان آسانی سے دوڑ سکے، قدموں کو بھی انگلیوں سے زینت دی گئی اور ان کو ان کی قوت کا سبب بنایا گیا، نیز قدم کی انگلیاں دوڑنے میں بھی زبردست مدد دیتی ہیں، پھر ان انگلیوں کو ناخنوں سے قوت پہنچائی اور ان کی زینت کا ان کو ذریعہ کیا۔

اس کے بعد یہ بھی نہ بھلائیے کہ اس حیران کن ڈھانچہ انسانی کی تخلیق ایک حقیر نطفہ سے عمل میں آئی ہے، اس گوشت و پوست کی لبد میں سخت اور مضبوط ہڈیاں بھی بنائیں تاکہ بدن کی ساخت قوت دار ہو جائے اور ہڈیاں بدن کے لئے ستونوں کا کام دیں اور ان

ہڈیوں کومختلف مناسب شکلیں دیں۔چھوٹی بڑی، گول کھوکھلی ٹھوس، چوڑی اور ایک باریک سب قسم کی ہڈیاں پیدا کیں ان ہڈیوں کی تقویت کے لئے بھی ان کی نلیوں میں گودا پیدا کیا اور اس گودے سے ہڈیوں کی حرکت میں بھی مدد لی گئی۔

انسان اپنی حاجات میں پورے جسم کا محتاج ہے اور جدا جدا اعضاء کا بھی، اس لئے اللہ سبحانہ نے اس کے بدن میں سراسر ایک ہڈی نہیں کیا بلکہ بہت سی ہڈیوں کو وجود بخشا اور ان کے درمیان جوڑ رکھے تاکہ ان کے ذریعہ حرکت آسان ہو جائے اور جس ہڈی سے جس قدر حرکت مطلوب تھی اسی کے مطابق اس کو شکل ملی۔یہ جوڑ مضبوط تانتوں سے جڑتے ہیں اور انہوں نے ہڈیوں کو مضبوط رسی کے مانند ایک دوسرے سے کس رکھا ہے۔مزید احتیاط یہ بھی برتی گئی کہ ایک ہڈی میں کچھ ابھرا ہوا حصہ رکھا اور اس کے ساتھ کی دوسری ہڈی ابھرے ہوئے حصہ کے مطابق گڑھا بنایا تاکہ وہ اس گڑے میں صحیح بیٹھ جائے، اب انسان جس حصہ بدن کو چاہتا ہے حرکت دیتا ہے، بدن کا دوسرا حصہ حرکت میں نہیں آتا، اگر بدن میں جوڑ پیدا کئے جاتے تو یہ صورت ممکن نہ ہوتی۔

سر کی ساخت میں حکمتیں

سر کی بھی عجیب ساخت ہے مختلف شکل وصورت کی پچپن ہڈیوں سے سر کی ترکیب عمل میں آئی ہے، یہ سب ایک دوسرے سے جڑی ہیں اور ان کے جوڑ اور ترکیب سے سر کا ایک گولہ سا بن گیا ہے۔چھ ہڈیوں سے کھوپڑی بنی ہے، چوبیس سے اوپر کا جبڑا اور دو سے نیچے کا جبڑا بنا ہے، دانتوں کی موٹی تقسیم یہ ہے کہ بعض ان میں چوڑے ہیں جو غذا کو پیسنے کے کام میں آتے ہیں اور بعض تیز سروں والے ہیں جو غذا کاٹنے کا کام دیتے ہیں۔

اب گدی یا گردن آجاتی ہے اس میں سر گڑا ہے اور یہ خود سات گول اور کھو کھلے مہروں سے بنی ہے، یہ مہرے آپس میں ایک دوسرے میں پیوست ہیں، اس ساخت میں نہ معلوم کیا کیا حکمتیں مضمر ہیں۔ پھر گردن پیٹھ کے سلسلہ میں بیٹھی ہے اور پیٹھ گردن کے آخری حصہ سے لے کر کولے کی ہڈی تک چوبیں مہروں کا کڑیوں سے بنی ہے، کولے نے تین دوسری ہڈیوں سے ترکیب پائی ہے، اور یہ کولا نیچے کی جانب سرین سے ملا ہے جو جدا جدا تین ہڈیوں سے بنا ہے، پھر پیٹھ، سینہ، مونڈھا، ہاتھ، زیر ناف کولا، ران، پنڈلی، پاؤں ان سب کی ہڈیاں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی اور ملی ہوئی ہیں۔

غرض پورا جسم انسانی دو سو اڑتالیس ہڈیوں سے مرکب ہے اور یہ ان چھوٹی ہڈیوں کے علاوہ ہیں جن سے جوڑ جڑے ہوئے ہیں۔

معمولی نطفہ سے حیرتناک تشکیل

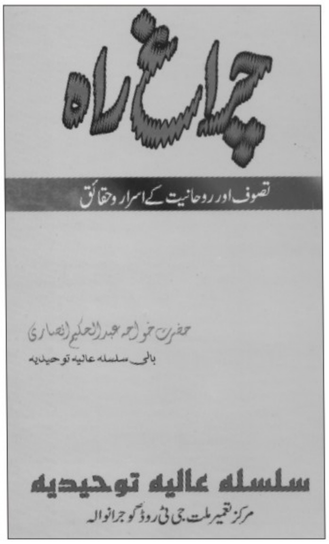
غور کیجئے کہ خالق عالم نے ایک حقیر معمولی نطفہ سے نظام جسمانی کو کیا حیرتناک تشکیل دی ہے، ہم نے ہڈیوں کے اعداد وشمار اس لئے بیان کئے کہ قدرت کی عظمت اور بڑائی کا اندازہ لگایا جا سکے۔ اول تو ہر ایک ہڈی کی خلقت ہی عجیب ہے، پھر کسی کی شکل و صورت دوسرے سے نہیں ملتی، اور اس انداز سے ان کو رکھا ہے کہ اگر ان میں ایک کی تعداد بھی بڑھا دی جائے تو وہ بھی وبال جان ہو جائے اور اس کے دور کرنے کی انسان انتہائی کوشش کرے۔ اسی طرح اگر ایک گھٹ جائے تو اس کو پورا کرنے کی سخت ضرورت محسوس ہو۔ درحقیقت قدرت کی یہ عقل ربا کاریگری اہل عقل وبصیرت حضرات کے لئے خالق و موجد کی عظمت و بزرگی پر کھلی دلیل ونشانی ہے۔

ملاحظہ کریں ہڈیوں کی حرکت کے لئے پورے بدن انسانی میں پانچ سوانتیس عضلات پیدا کئے اور ہر عضلہ کی ترکیب گوشت، پٹھوں اور جھلیوں سے ہوئی، پھر یہ سب شکل وصورت میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ہر ایک کو موقع محل اور ضرورت کے مطابق شکل ملی ہے، چوبیس عضلات تو صرف آنکھ اور اس کی پلکوں کی حرکت میں کارفرما ہیں، اگر ان میں سے ایک کو گھٹا دیا جائے تو آنکھ درہم برہم ہو جائے۔ اس طرح ہر عضو، بدن خاص خاص تعداد میں عضلات رکھتا ہے، جن کی ضرورت متقاضی ہے۔

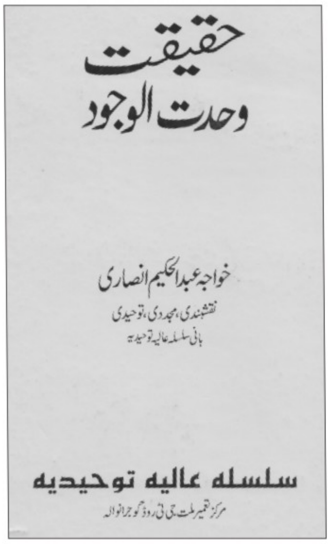
نیز پٹھوں اور رگوں کا نظام جدا حیرتناک ہے، کیا کیا کام قدرت نے ان سے لئے ہیں اور کیا کیا فائدے ان کے وجوہ سے وابستہ ہیں، دراصل ان کی ساری صفتیں حواس کے ادراک سے بالاتر ہیں۔ انسان اپنی خلقت اور ساخت میں ساری مخلوقات میں ممتاز ہے۔

اس کا بدن ایسا بنا ہے کہ یہ چاہے سیدھا کھڑا ہو جائے، چاہے بیٹھ جائے اور جو کام چاہے ہاتھ پیر اور اعضائے بدنی سے کرسکتا ہے، کسی کام سے معذور ومجبور نہیں، قدرت نے اس کو اور حیوانات کی طرح چہرے کی جانب سے جھکا ہوا نہیں پیدا کیا، اگر اس کے بدن کی ساخت ایسی ہوتی تو یہ اپنے سب کام بخوبی انجام نہیں دے سکتا تھا۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

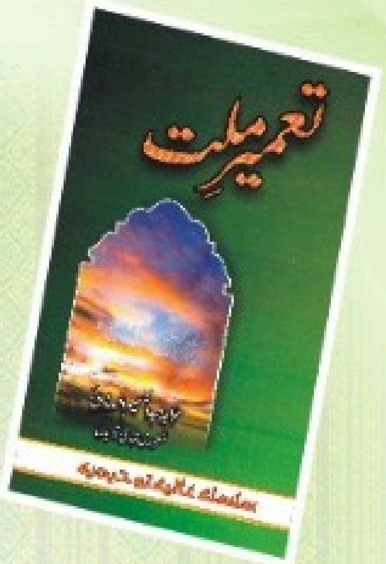


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

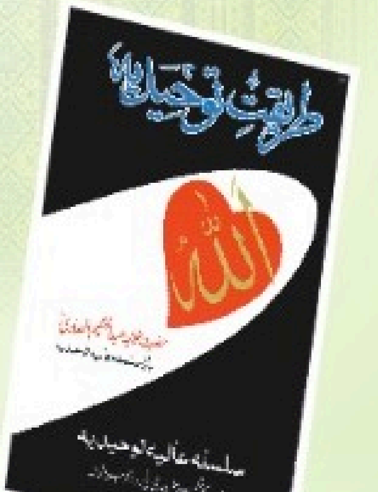


وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق و آداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد و اذکار اور اعمال و اشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں، جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com